محتاج ہوتے ہین، زیر تبصرہ کتاب اسی مقصد کو پیش نظر رکھکر لکھی گئی ہے، اسکے دو حصے ہین پہلے حصہ مین یہ مباحث ہین، معمولی حمل، حاملہ کی عام احتیاط، حمل کی خرابیان، حمل کا گرجانا، اور بچہ کا مردہ پیدا ہونا، زچہ خانہ کا انتظام، زچہ کی خبرگیری، زچہ کا بخار، اور اسکے روکنے کی تدبیرین، دوسرے حصہ مین حسب ذیل مضامین ہین، بچے کسطرح بڑھتے ہین، بچے کی خبرگیری، بچے کو دودھ پلانا، کچے یا ادھورے بچے، بچے کی معمولی بیماریان، اصل کتاب انگریزی زبان مین ہے جسکو سید اظہر علی، ایم، اے، منشی فاضل نے انجمن بہبودی مادران و بچگان ہند کے لئے ترجمہ کیا، اور باہتمام لالہ ٹھاکرداس اینڈ سنسز دلّی پرنٹنگ ورکس دہلی مین چھپکر شایع ہوئی، تقطیع چھوٹی، صفحے ۹۸، کاغذ سفید، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۱۲/ر-

حضرت اویس قرنی، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی سوانحمری، غالباً پیش نظر رسالہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے، جسمین تمہیدی بیانات، حضرت اویسؓ کے خاندان کے ابتدائی حالات، اور اُنکے قبول اسلام تک کے مباحث درج ہین، تاریخی و تنقیدی بیانات خاص طور سے قابل غور ہین، تاہم رسالہ دلچسپیون سے خالی نہین، ارباب محبت کے لئے ایک نغمۂ شوق ہے جسکو سُنکر ہر شخص سبحان اللہ و ماشاء اللہ کی صدا بلند کرنے پر مجبور ہوگا، مرتبۂ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانوی دیوبندی، صفحے ۴۶، کاغذ سفید، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۵/ر علاوہ محصول ڈاک، پتہ: محمد عبدالرحمٰن کتبخانۂ قادریہ موچی بازار، نمبر ۹۴ عسکر بنگلور-

تحریم شراب، موجودہ زمانہ مین ملک و قوم نے ترک مسکرات کی طرف جو قدم اٹھایا ہے ہمین اُمید ہے کہ اسکی اس رفتار کو پیش نظر رسالہ اور زیادہ تیز کر دیگا، مولانا عبدالسلام ندوی نے خاص اسی مقصد کو پیش نظر رکھکر اسکو تحریر فرمایا ہے، اور اسمین مذہبی، معاشرتی، اخلاقی اور طبی حیثیت سے شراب کے نقصانات دکھائے ہین، صفحے ۲۲، قیمت ۳/ر مع محصول ڈاک، پتہ: دارالمصنفین اعظم گڈھ

جلد ہفتم | ماہ رمضان و شوال سنہ ۳۹ھ مطابق مئی و جون سنہ ۲۱ء | عدد پنجم و ششم

مضامین

معارف کے اکثر خریدارون کا سال جون مین پورا ہوجاتا ہے، جولائی کا پرچہ وی، پی سے جاری ہوگا، جو صاحب آیندہ جاری نہ رکھنا چاہین ازراہِ عنایت پہلے سے مطلع فرمائین کہ دفتر وی، پی کے مصارف و زحمت سے محفوظ رہے، بلکہ منی آرڈر سے چندہ بھیجدینا زیادہ بہتر ہوگا اسلئے کہ ڈاکخانہ کے جدید قواعد کے رُو سے وی، پی کا خرچ بڑھگیا ہے جس سے منی آرڈر کی صورت مین آپ بچ سکتے ہین۔ "منیجر"

شذرات

پونہ کی زنانہ یونیورسٹی کا تخیل مرہٹی قوم کے ایک صاحب عزم فرد (پروفیسر کاروے) کے ذہن مین دسمبر سنہ ۱۵ء مین پیدا ہوتا ہے، جون سنہ ۱۶ء مین یہ منصوبہ عملی شکل اختیار کرتا ہے، آغاز سنہ ۲۱ء مین دارالعلوم مذکور کی جو رپورٹ شائع ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی زندگی نہ صرف دوسری حیثیات سے قابل اطمینان ہے، بلکہ مالی حیثیت سے بھی اس ساڑھے چار برس کی مدت مین اسکی مستقل آمدنی ستر ہزار سالانہ تک پہنچگئی ہے! سُنتے ہین اِسی سرزمین ہند پر ایک اور قوم بھی بستی ہے جسکے ہان لڑکیون کے نہین لڑکون کے مدرسے قلت سرمایہ کے مرض مین مبتلا ہوکر سسک سسک کر اپنی زندگی کے دن کاٹ رہے ہین، ندوہ، دیوبند، علی گڈھ و لاہور، اور جدید قومی درسگاہون کے ارباب حل و عقد نے بھی اس "یک بام و دو ہوا" کے فلسفہ پر غور کیا ہے؟

دارالمصنفین، اپنی نوعیت مین شاید ہندوستان بھر مین منفرد ہے، اسکا مقصد اصلی محض علمی خدمتگذاری ہے، بے شبہہ مذہب و ملت، ملک و قوم، اخلاق و معاشرت کی خدمات بھی وہ اپنی بساط کے موافق انجام دینے کی کوشش کرتا رہتا ہے، لیکن یہ سب کچھ

علمی دائرہ کے اندر مقید رہ کر ہی ممکن ہے، ایسے خالص علمی مرکز کا اہم جزو کتبخانہ ہونا چاہیئے، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ابتک جو ذخیرہ کتب ہم فراہم کر سکے ہین وہ کسی اعتبار سے بھی دارالمصنفین کے شایان شان نہین، اس سلسلہ مین گذارش صرف اسقدر کرنا ہے کہ دنیا مین اسوقت جسقدر علمی انجمنین قائم ہین، اُن مین سے کوئی بھی اپنا کتبخانہ اپنے صرف سے قائم نہین کرتی بلکہ کتابون کا بیشتر حصہ ان انجمنون کو مصنفین، ناشرین (پبلشرز) اہل مطابع اور عام پبلک کی جانب سے تحفتہً وصول ہوتا رہتا ہے، لندن کی رایل ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ (جرنل) مین برابر ان ہدایا و تحائف کی فہرست شائع ہوا کرتی ہے، جو ہر سہ ماہی مین اُسکے دارالکتب کو وصول ہوتے رہتے ہین، اس فہرست کے سرسری مطالعہ سے بھی نظر آجاتا ہے کہ اس مشہور و معروف سوسائٹی کے خزانۂ کتب کا جزو اعظم انہین عطیات پر مشتمل ہے، کلکتہ کی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال اس سے قدیم تر انجمن ہے، سال گذشتہ اُسکے کتبخانہ مین ۲۵۱۴ کتابون کا اضافہ ہوا، لیکن معلوم ہے کہ اسمین خرید کردہ کتابین کتنی تہین؟ کل ۱۷۳!! باقی ۲۳۴۱ کتابین تحائف و ہدایا کی مد مین داخل ہوئین، دارالمصنفین کے قدردان احباب و معاونین اگر اپنی ذمہ داری اس باب مین تھوڑی بھی محسوس کرنے لگین تو انشاء اللہ کچھ ہی روز مین اسکے کتبخانہ کی حیثیت بھی ممتاز ہو جائے،

سر اے، جے بالفر، اسوقت یورپ کے مشاہیر علما مین ہین، مذہب و فلسفہ سے متعلق وہ متعدد مستند تصانیف کے مصنف ہین، مختلف علمی انجمنون کے عہدہ دار رہ چکے ہین اور آج بھی دو یونیورسٹیون (ایڈنبرا اور کیمبرج) کے چانسلر ہین، کچھ روز ہوئے آپ نے

پارلیمنٹ مین "انجمن اقوام" پر تقریر فرمائی تھی، اس تقریر کے ضمن مین افلاس و عسرت ایثار و نفس کشی کے "مشرقی" فضائل کی بابت جناب نے حسب ذیل گہر افشانی فرمائی:-

"بیشک تمام مصائب کی تعبیر خوشنما الفاظ مین کیجا سکتی ہے، امراض کو علاج نفس بتایا جا سکتا ہے، افلاس کو مصلح اخلاق سمجھا جا سکتا ہے،...... لیکن اگر کوئی صحیح الحواس شخص ان چیزون کو ذریعۂ ترقی سمجھتا ہے، اور یہ خیال کرتا ہے کہ ہجوم مصائب تزکیۂ اخلاق کا کام دیسکتا ہے تو اُسے چاہیئے کہ بجاے عقلیات قوم مین اضافہ کی سعی کے اپنے نظریات کو پاگل خانہ کی چار دیواری کے اندر محدود رکھے"۔

یہ اس شخص کے خیالات ہین جو اسوقت یجی دنیا مین ایک زبردست عالم و رہنما کی حیثیت رکھتا ہے، جنون و دیوانگی کا یہ معیار صحیح تسلیم کر لینے کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس معلم اخلاق کی صحت دماغی سے متعلق کیا فتویٰ صادر ہوگا جس نے آج سے اُنیس صدیان پیشتر دنیا کو یہ تعلیم دی تھی کہ "دولتمند کا آسمانی بادشاہت مین داخل ہونا کیسا مشکل ہے!..... اونٹ کا سوئی کے ناکہ مین سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہت مین داخل ہو" (مرقس باب ۱۰) اور جس نے یہ کہا تھا کہ "مبارک ہین وہ جو دل کے غریب ہین کہ آسمان کی بادشاہت انہین کی ہے، مبارک ہین وہ جو غمگین ہین کہ وہ تسلی پاوینگے، مبارک ہین وہ جنہین راستبازی کے سبب ستایا گیا ہے کہ آسمان کی بادشاہت اُنہین کی ہے" (متی باب ۵)

جنون و سلامتیٔ عقل کے فرق و امتیاز سے کسکو انکار ہو سکتا ہے، البتہ یہ الگ بحث ہے کہ جنون کا انتساب خود مسٹر بالفر اور اُنکے ہم خیالون کی جانب کرنا صحیح ہوگا، یا ان لوگون کی جانب، جنھین یہ "مسیحی فلسفی" مجنون قرار دے رہا ہے، اسپر ہمین ایک حکایت یاد آئی جسکا اعادہ شاید مدعیان عقل و حکمت کے لئے بھی لطف سے خالی نہو، کہتے ہین کہ کسی قدیم بادشاہ کے عہد مین ایک بڑا پاگل خانہ تھا، اُسکی ایک کوٹھری مین جسکے دروازون پر لوہے کی سلاخین لگی ہوئی تھین، ایک دیوانہ محبوس تھا، ایک صاحب اس دار المجانین کی سیر کرنے تشریف لائے، اور اُنھون نے اس دیوانہ کی کوٹھری کے سامنے کھڑے ہوکر اُسے منہ چڑہانا شروع کیا، دیوانہ نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا، مگر ان صاحب نے ادہر تشریف لاکر وہی حرکت جاری رکھی، دیوانہ نے چار مرتبہ اپنا منہ پھیرا، مگر جدہر وہ مُنہ پھیرتا تھا، اسی طرف وہ صاحب آکر منہ چڑہانے لگتے تھے، عاجز آکر دیوانہ چلایا کہ "خدایا! یہ کیا اندھیر ہے کہ جس شخص کو اس آہنی کٹھرے کے اندر رہنا چاہیئے وہ باہر ہے، اور جسے باہر ہونا چاہیئے تھا، وہ اندر ہے۔"

وفی ذلک عبرۃ لاولی الالباب

لندن، ۹- مارچ، آج سفیر امریکہ مسٹر ڈیوس، اور انکی میم صاحبہ نیویارک کے قصد سے روانہ ہوئے، منجملہ ان اشخاص کے جو واٹرلو اسٹیشن تک انکی مشایعت کی غرض سے آئے تھے، لارڈ ریڈنگ بھی تھے جنھون نے مسز ڈیوس کے دونون رخسارون کے بوسے لئے"۔

یہ وہ تار برقی ہے جو ریوٹر کی زبان سے ہندوستان مین گھر گھر پہنچ چکی ہے، تار مین اسکا کوئی ذکر نہین کہ ویسراے بہادر سے مسز ڈیوس کو کیا تعلق ہے، ممکن ہے کہ محض گہری دوستی ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی قرابت قریبہ ہو، لیکن فرض کیا کہ بہت قریب کی قرابت ہی تو بھی کیا یہ خبر اس قابل تھی کہ ہندوستان مین اسکی تشہیر کیجاتی؟ شخصیتون کے سوال سے یہان سروکار نہین، مقصود گذارش صرف اسقدر ہے کہ ایک مرد کا ایک جوان عورت کا منظر عام پر بوسہ لینا تہذیب جدید و تمدن مغرب کے نزدیک خواہ کتنا ہی مستحسن عمل ہو،

لیکن ریوٹر ایجنسی کے کارپردازون کو اتنا تو بہرحال سمجھ لینا چاہیئے تہا کہ ساری دنیا ابھی تہذیب وشائستگی کے اس مرتبہ پر نہین پہنچ چکی ہے ، لارڈ ریڈنگ یقیناً نہایت شریف الخصال شخص ہونگے ، مسٹر ڈیوس (سفیر امریکہ) بداہتہً ایک معزز شخص ہین ، انکی خاتون محترم یقیناً نہایت عفیفہ وپارسا ہونگی ، یہ سب کچھ سہی ، لیکن اسے کیا کیجئے کہ دنیا مین ابھی کرورون نفوس ایسے باقی ہین (اور ان مین سے کئی لاکھ مغربی تعلیم یافتہ بھی ہین) جنکے فرہنگ الفاظ مین شرافت عزت ، غیرت ، حمیت ، پارسائی ، عفت وعصمت کے معانی اس سے بہت کچھ مختلف ہین جو یورپ وامریکہ کے اعلیٰ طلقون مین لئے جاتے ہین ، ریوٹر کو ایسی خبرون کی اشاعت اور داد حاصل کرنے کے لئے اسوقت کا انتظار کرنا چاہیئے جب ہندوستانی تہذیب و اسلامی تہذیب (خدانخواستہ) بالکل معدوم ہوچکی ہون ، ابھی تو کرورون کی تعداد مین ایک ایسی قوم موجود ہے جو اپنے پیمبر برحق کے اس وصف پر فخر کرتی ہے کہ وہ پردہ نشین کنواری لڑکیون سے بھی زیادہ شرم وحیا والے تھے (عن ابی سعید الخدری قال کان النبی صلعم اشد حیاء عن لعذراء فی خدرھا) تمدن جدید کی ان کرشمہ سازیون سے اُنکے نزدیک ، خود بیحیائی کا چہرہ تمتما اٹھتا ہے ، اور بیغیرتی اپنی انکھین نیچی کرلیتی ہے۔

قرآن مین قدیم متمدن وپرقوت قومون کی دفعتہً تباہی وبربادی کے واقعات کثرت سے بیان کئے گئے ہین ، لیکن ہم مشکل ہی سے ان پر یقین کرتے ہین ، بلکہ بعض مدعیان دانش و دانائی تو علانیہ ان بیانات کو "اساطیر اولین" کے مرتبہ پر رکہتے ہین ، لیکن آج ہماری آنکھون کے سامنے مغرور وسرکش تمدن حاضر کی فوری بربادی وہلاکت کے جو واقعات رونما ہورہے ہین وہ حیرت انگیز وعبرت خیز ہونے مین قصص قرآنی سے ایک ذرہ کم نہین ،

ڈسکوری ، انگلستان کا ایک نہایت بلند پایہ علمی میگزین ہے ، جسکی عنان ادارت سائنس کے نامور ماہران فن کے ہاتہون مین ہے ، اور جسکے ایک رکن سرجے ، جے ٹامسن (پریسیڈنٹ رایل سوسائٹی) بھی ہین ، یہ رسالہ اپنے ایک تازہ ایڈیٹوریل مین وائنا (دارالحکومت اسٹریا) کے تمدن مرحوم پر جن الفاظ مین ماتم کرتا ہے وہ اس قابل ہین کہ انہین حرف بحرف ناظرین معارف تک منتقل کردیا جائے ، لکھتا ہے کہ "اس سال ہزارہا انکھین وائنا کی طرف اٹھ رہی ہین ، یہ وہ شہر ہے جو صدیون سے مشرق کی جانب ہمارے علوم وفنون کا مرکز تہا ، .... جنگ سے پہلے وائنا کی عظمت وشوکت کا نقشہ کون کہینچ سکتا ہے ؟ مسرت ورونق کی گرم بازاری اُسکی ایک ایک گلی مین تھی ، ایک ادنی سی بات یہ ہے کہ اسکے ہوٹلون مین جو قہوہ کی پیالی فروخت ہوتی تھی ، اُسپر بالائی کی تہ اسقدر موٹی ہوتی تھی کہ شکر کا ڈھیلا جو اسپر رکھدیا جاتا تہا وہ کہین پندرہ سکنڈ مین جاکر پیالی مین تہ نشین ہوتا تہا ، رہین اونچی چیزین تو اُسکی یونیورسٹی ، اُسکی علمی درسگاہین ، اُسکے مشاہیر رجال وخواتین ، اُسکی رونق وآراستگی ، اسکا حسن وجمال ، اُسکی شان وشوکت ، آہ کن کن چیزون کا ذکر کیا جائے" !

یہ حالت کل تک تہی ، لیکن آج ؟ آہ ، آج جو حالت ہے ، اُسکا ہمین خود یقین نہین آتا ، آج یہی شہر بیکسی وبے بسی تباہی وبربادی کی ایک زندہ تصویر ہے ! سامان عیش و تعیش کو جانے دیجیئے ، ضروریات زندگی ، جلانے کی لکڑی ، کہانے اور کپڑے تک کا توڑا ہے ، اساتذہ وطلبہ ، محققین وماہرین فن ، جو کل تک تبحر علمی وکمال فن کی داد دے رہے تھے آج اُنکے پاس اتنا نہین رہا ہے کہ پیٹ بھر کے کہا سکین ! کتابون کی خریداری اور آلات کی بہم رسانی تو الگ رہی فاقہ کشی سے جان دیدینے کی نوبت متعدد صورتون مین پیش

آچکی ہے، کیا علم کی اشاعت اسقدر عام ہوچکی ہے کہ دنیا اسکے ایک بڑے مرکز کی بربادی باسانی گوارا کرسکتی ہے؟ یہ دیکھکر ہمین مسرت ہوتی ہے کہ بہت سے فیاض طبع اشخاص اسکی اعانت اور علمی ہمدردی پر کمربستہ ہوگئے ہین، کاش اُنکی کوششین دنیا کو اُس حشر سے محفوظ رکھہ سکین جو بظاہر اُسکا یقیناً ہونے والا ہے"

اسٹریا کا یہ حشر دنیا کی تاریخ مین کوئی نیا واقعہ نہین، اس سے پیشتر خدا معلوم کتنی قومین اسی طرح اپنی زشتیٔ اعمال کے پاداش مین تباہ و فنا ہوچکی ہین، وکم اھلکنا من القرون من بعد نوح وکفی بربک بذنوب عبادہ خبیرا بصیرا اسٹروی تمدن اگر واقعتہً اپنی عمر طبعی کو پہنچ چکا ہے، تو کوئی دنیوی قوت، کسی کی مالی اعانت، کسی کی ہمدردی، کسی کی فیاضی اُسکے وقتِ موعود کو نہین ٹال سکتی، مصر و بابل، چین و ایران، یونان و روما، سب تمدن اسی طرح اپنے اپنے وقت مقررہ پر فنا ہوچکے ہین، ما تسبق من امۃ اجلھا وما یستاخرون،

گذشتہ نمبر مین اخبار علمیہ کے زیر عنوان ہندوستان مین وقوع جرائم کے صوبہ وار اعداد درج کئے جاچکے ہین، جن سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ جو صوبے تعلیم و تہذیب مین سب سے آگے ہین، یعنی بمبئی، بنگال، مدراس، وہین سب سے زیادہ تعداد مین جرائم واقع ہوتے ہین اور جو صوبے تعلیم و تہذیب مین سب سے پست ہین، وہان جرائم نسبتہً بہت ہی قلیل الوقوع ہین، یعنی آسام، بہار، و صوبہ سرحدی مین، ہندوستانی تعلیم یافتہ جماعت کے بعض انگریزی اخبارات اس "سوءِ اتفاق" پر اظہار حیرت کرتے ہین، لیکن کیا درحقیقت یہ کوئی حیرت انگیز امر ہے؟ ہندوستان کے صوبہ وار تناسب جرائم و تعلیم کو تھوڑی دیر کے لئے دوسرے

اسباب کا معلول فرض کرلیجئے، لیکن اسکے متعلق کیا ارشاد ہے کہ خود جاہل ہندوستان اور تعلیم یافتہ مغرب کی تعداد جرائم کے درمیان جو تناسب ہے وہ بھی اسکی تائید مین ہے؟

تازہ ترین اعداد اسوقت پیش نظر نہین، لیکن آج سے چند سال پیشتر "یہان" اور "وہان" تعداد مجرمین کا جو تناسب تھا اسکا اندازہ اعداد ذیل سے ہوگا:-

ملک	تعداد
ہندوستان	۳۸ مجرمین فی لاکھہ آبادی
انگلستان	۹۰ " "
باقی ممالک یورپ	کم از کم ۱۰۰ " "
	زیادہ سے زیادہ ۲۳۰ " "

(ماخوذ از ڈکشنری آف اسٹیٹسٹکس، مرتبہ مسٹر میکال ملہال اف، آر، اس، اس)

اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو ایک تیسری قوی شہادت رونما ہوتی ہے، اور وہ ایک جدید مستند کتاب امریکن پولیس سسٹم کے اوراق مین منضبط ملیگی، اسکے مصنف امریکہ کے ایک ماہر علم الاعداد مسٹر ریمنڈ فوسڈک ہین، جنھون نے امریکہ کے ہر اس شہر کا دورہ کرکے جسکی آبادی ایک لاکھہ یا اس سے اوپر ہے، اور وہان کے اعداد فراہم کرکے یہ کتاب نیویارک کے بیورو آف سوشل ہائیجین کے زیر اہتمام شائع کی ہے، ہمین وہ نیویارک، شکاگو، واشنگٹن وغیرہ کے اعداد جرائم دیتے ہین، جو انگلستان کے اعداد جرائم سے بدرجہا زاید ہے، اور ہندوستان سے کہین زیادہ انگلستان مین وقوع جرائم ہوتا رہتا ہے، اسلئے ہندوستان و امریکہ کے اعداد جرائم مین زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے، سنہ ۱۶ء مین لندن مین جسکی آبادی ۷،۲ لاکھہ ہے،

نو (۹) قتل ہوے، بخلاف اسکے شکاگو مین جسکی آبادی ۴۴ لاکھ ہے، ۱۰۵ قتل ہوئے اس سے ۱۹۱۶ء تک گلاسگو مین ۳۸ قتل ہوئے، اسکے مقابلہ مین فلیڈلفیا مین جسکی آبادی اُسکے مساوی ہے، اس مدت مین ۲۸۱ واقعات قتل پیش آئے، ۱۹۱۶ء مین شہر نیویارک کے اندر صرف موٹرون کی چوری کے واقعات ۵۵۲۷ تک پہنچے! اور یہ جرائم کچھ ایک ہی قسم تک محدود نہین، بلکہ قتل عمد، سرقہ، سرقہ بالجبر، ڈاکہ، جعل سازی وغیرہ ہر قسم کے جرائم اسی کثرت کے ساتھ اس مرکزِ تمدن مین واقع ہوتے رہتے ہین، ایسی حالت مین اگر موجودہ نظام تعلیم اور جرائم پروری کے درمیان علت و معلول کا تلازم نظر آئے تو اس لزوم کی ذمہ داری قوانین منطق پر عاید ہوتی ہے،

لیکن اس نظام تعلیم سے اسکے سوا اور نتائج پیدا ہی کیا ہو سکتے ہین، جسکا مقصد صرف یہ ہو کہ انسان کو اپنی زندگی گزارنے مین زیادہ سے زیادہ مدد مل سکے، (اسپنسر) جسکی انتہائی غایت یہ ہو کہ نوع انسانی کے لئے اجتماعی حیثیت سے زیادہ سے زیادہ فواید حاصل ہو سکین، (مل) اور جسکی آخری غایت محض اسقدر ہو کہ انسان کو قوانین مادی کا صحیح ترین علم ہو سکے، (ہکسلے)؟ بد اخلاقی بالواسطہ اس نظام تعلیم مین بھی مذموم سمجھی گئی ہے، مگر صرف اس حیثیت سے کہ بالآخر اسکے نتائج اسکے مرتکب کے لئے تکلیف دہ ثابت ہونگے، نہ اس حیثیت سے کہ بد اخلاقی بجائے خود کوئی قابل مواخذہ شے ہے، البتہ اسی کرۂ ارض کے دوسرے حصون مین ایک ایسا نظام تعلیم بھی موجود ہے، جسمین یہ بتایا گیا ہے کہ حصول علم کی غایت تمامتر خداشناسی، تزکیۂ نفس، و توفیق حسن عمل ہے، اور اُسکا آخری مقصد نجات اخروی ہے نہ کہ بیش قرار مشاہرون کا حصول، سعدی تحصیل علم کے لئے جانگداز کوششون کی ترغیب

دیتے ہین مگر کیون؟ صرف اسلئے کہ بغیر اسکے خداشناسی و فلاح اخروی ممکن نہین،

پے علم چون شمع باید گداخت | کہ بے علم نتوان خدارا شناخت

بر و دامنِ علم گیر استوار | کہ علمت رساند بدار القرار

برہان الاسلام زرنوجی، اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہ بہت سے اعمال دنیوی حُسن نیت کے باعث اخروی بنجاتے ہین، اور بہت سے اعمال اخروی سوء نیت کے باعث دنیوی ہو جاتے ہین، طالبعلم پر تاکید کرتے ہین کہ اسے طلب علم سے مقصود محض رضاے الٰہی، حیات اُخروی، رفعِ جہالتِ نفس، و تائیدِ ملتِ اسلام رکھنا چاہیئے، اسلئے کہ بغیر علم کے پاکیزہ نفسی و تقویٰ کا قیام رہ نہین سکتا۔ (تعلیم المتعلم، باب ۲)

کاش ہمارے خدایان تعلیم، خواہ عالمین موالات ہون یا تارکین موالات، اپنے اسلاف کے ان ارشادات کو کبھی کبھی سُن لیا کرین۔

"شذرات" پسند ناظرین معارف یہ دیکھکر خوش ہونگے، کہ ہمارے فاضل دوست مولوی عبدالماجد کا قلم مغرب کی گردش سے ملول ہو کر مشرق کی سمت لوٹ رہا ہے، ہندو اخلاف اپنے اسلاف کی کہنہ متاع علم کو قدامت کے گرد و غبار سے ... اکثر یورپ کی متاع نو کے مقابل مین مساوی قیمت کے مطالبہ کے ساتھ پیش کرتے رہتے ہین، "مسئلہ ارتقاء اور ... اسلام" کے مقالہ نگار سے اگر ہم یہی امید علوم اسلامیہ کی خدمت گذاری مین باندھین تو بیجا نہوگا،

البتہ بیشرو قافلہ مین، صرف بابو بھگوانداس نہین، بلکہ ڈاکٹر بوس بھی ہین، جو محض اس پر قانع نہین ... کہ انیسوین صدی کے معارف و اکتشافات کا ہمارے اسلاف کے ہان ساتوین صدی مین سُراغ ملتا ہے، بلکہ خود انیسوین صدی کے علوم و تحقیقات پر ازدیاد و اضافہ کی مسلمہ فضیلت بھی اُن کو حاصل ہے، لیکن ہمارے حدی خوان ابھی کرماضی کے ... سے آگے نہین بڑھ سکے ہین، مبادا یہ نشہ تیز ہو کر کہین اور زیادہ مستقبل سے غفلت کا باعث نہو!

مقالات

مسئلہ ارتقاء اور حکماء اسلام

از

(مولوی عبدالماجد صاحب)

آج سے چودہ سال پیشتر کا ذکر ہے، کہ مولانا شبلی مرحوم نے "فلسفہ اور اسلام" کے عنوان سے ایک مضمون تحریر فرمایا تھا، جو جون ۱۹۰۸ء کے الندوہ مین شائع ہوا تھا، مضمون مین ڈارون کے مسئلہ ارتقاء کی مختصر تشریح کرنے کے بعد یہ دکھایا گیا تھا، کہ ارتقاء انواع کا خیال ڈارون کا بالکل مجتہدانہ خیال نہین، بلکہ اس سے صدیون پیشتر متعدد حکماء اسلام بھی اسی خیال کو ظاہر کرچکے تھے،

اس مضمون کا شائع ہونا تھا، کہ اسلامی پریس مین ایک آگ لگ گئی، علماء نے ضلالت بلکہ کفر کے فتاوی کی تقسیم اسراف کے ساتھ شروع کردی، اور مختلف اخبارات ورسائل مین اس ملحدانہ مضمون کے بکثرت جوابات نکلنے لگے، اٹاوہ کا ہفتہ وار اسلامی اخبار اس زمانہ مین خاص شہرت رکھتا تھا، اس کے صفحات مین ایک مولوی صاحب نے جو اپنے نام کے ساتھ "فلسفی" لکھنے کے عادی تھے، ہفتون تردیدی مضامین کا سلسلہ جاری رکھا اور بعض ظریف شعراء کو طبع آزمائی کے لئے ایک دلچسپ موضوع ہاتھ آگیا، یہانتک کہ جب یہ شورش حد سے بڑھنے لگی، تو اکتوبر کے الندوہ مین مولانا مرحوم کو دبی زبان سے

اس مضمون سے متعلق معذرت شائع کرنا پڑی، یہ معذرت گو تعلقات ندوہ کے لحاظ سے قرین مصلحت تھی، لیکن نفس مضمون سے متعلق قطعاً غیر ضروری تھی، اسلئے کہ مولانا نے بغیر اپنے عقائد کا اظہار کئے ہوئے بعض قدیم اکابر علماء اسلام کے اقوال نقل کردیئے تھے پس اگر ان خیالات کی بنا پر تکفیر لازم آتی تھی، تو ان علماء سلف کی ہونا چاہیئے تھی، نہ کہ مولانا شبلی کی، جو محض ان خیالات کے ناقل تھے، جنوری ۱۹۰۹ء کے الندوہ مین مولانا مرحوم کے شاگرد رشید مولانا سید سلیمان (ایڈیٹر معارف) نے اس موضوع پر قلم اٹھایا، اور نصوص قرآنی کی تصریحات سے ثابت کیا، کہ قرآن مجید اس خیال کا منکر نہین، بلکہ مسئلہ ارتقاء خواہ صحیح ہو یا غلط، تصریحات قرآنی اس کے دونون پہلوؤن کے متحمل ہوسکتے ہین،

علامہ مرحوم نے اپنے مضمون مین فوز الاصغر (ابن مسکویہ)، چہار مقالہ (احمد نظامی سمرقندی)، و اخوان الصفا کے اقتباسات اپنے دعوے کی شہادت مین پیش کیے تھے، ذیل مین ایک اور شہادت ایک ایسے بزرگ کی تحریر سے پیش کی جاتی ہے، جو مسلمانون کے ایک فرقہ کے نزدیک مذہبی استناد رکھتا ہے، اور جس کی علمی عظمت ہر فرقہ کو مسلّم ہے،

خواجہ نصیر الدین طوسی، ساتوین صدی کے ایک مشہور عالم گزرے ہین، جو دو واسطون سے شیخ الرئیس بوعلی سینا کے شاگرد تھے، فلسفہ، ہیئت، کلام و تصوف مین ان کی متعدد تصانیف مرتبۂ استناد رکھتی ہین، اور اخلاق مین ان کی اخلاق ناصری تو اپنے فن کی تمام کتابون مین شاید سب سے بہتر و مشہور تر ہے، اپنی اسی کتاب مین ایک فصل انھون نے انسان کے اشرف موجودات ہونے پر رکھی ہے، (مقالۂ اول فصل چہارم) اس کے ضمن مین انھون نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، وہ حرف بحرف وہی ہین جو انیسوین صدی کے آخر مین ڈارون، اسپنسر، ہکسلی و ہیگل کی زبان سے ادا ہوئے اور جنھین دنیا انھین حضرات کے

اولیات و اجتہادات مین شمار کرتی ہی،

محقق طوسی کے اقتباسات سے قبل، مختصراً ان مقدمات کو ذہن نشین کر لینا چاہئے، جو جدید سائنس اور مسئلہ ارتقا کے مسلمات مین داخل ہین:-

(۱) موجودات عالم کی ترکیب جن ذرات مادی سے ہوئی ہی، وہ اپنی آخری بسیط و مفرد حالت مین یکسان و مساوی ہین،

(۲) جون جون ان مین ترکیب و تالیف پیدا ہوتی جاتی ہی، یعنی اجسام مرکب وجود مین آنے لگتے ہین، ان مین باہم فرق مدارج و امتیاز مراتب پیدا ہوتا جاتا ہی،

(۳) مرکبات مادہ مین پست ترین مرتبہ جمادات کا ہی، جمادات کی انتہائی ترقی یہ ہی کہ اون مین صفات نباتی پیدا ہونے لگین،

(۴) اس سے اوپر نباتات کا مرتبہ ہی، حیات نباتی کا کمال یہ ہی، کہ اس کے ڈانڈے حیات حیوانی سے مل جائین، چنانچہ متعدد نباتات پر "نباتات حیوانی" کا اطلاق کیا جاتا ہی،

(۵) حیوانیت کی ترقی کی آخری منزل یہ ہی کہ اس مین خواص انسانی پیدا ہو جائین، چنانچہ وحشی انسان" "انسان نما بندر" "بن مانس" وغیرہ اسی برزخ انسانیت و حیوانیت کی مثالین ہین،

گویا جتنی انواعِ موجودات ہین، سب ایک دوسرے سے مسلسل و مربوط ہین، ایک کی انتہا دوسرے کی ابتدا ہوئی ہی، ایک دوسرے سے بالکل علحدہ و مستقل بالذات کوئی نوع نہین، اہل سائنس کا ایک بڑا گروہ (جس مین ڈارون، ہکسلی، ہیکل، ٹنڈل وغیرہ شامل ہین) یہان پہونچکر رک جاتا ہی، لیکن انھین کا ایک مختصر گروہ، والس، لاج، وغیرہ کی ہمنائی مین ایک قدم اور آگے بڑھتا ہی، اور کہتا ہی، کہ انسانیت کے بعد کچھ اور مدارج و منازل بھی ہین،

محقق طوسی، بعض دیگر حکماء اسلام کی طرح، اسی آخر الذکر گروہ کے ہمخیال ہین، مسئلہ ارتقا انیسوین صدی عیسوی کی سائنٹفک تحقیقات کا روشن ترین کارنامہ ہی، اس کے اہم مسائل کا عطر دفعات بالا مین آچکا، ذیل مین تیرھوین صدی عیسوی کے ایک مسلمان عالم کی تحریر مین ایک ایک دفعہ کی صراحت دیکھ لو، یہ ایک ایسی کھلی ہوئی شہادت ہے جس پر کسی حاشیہ آرائی یا رائے زنی کی حاجت نہین، محض اسکا مطالعہ کافی ہوگا،

اجسام مادی اپنی طبعی و ابتدائی حالت مین یکسان ہوتے ہین،

اجسام طبعی از ان روی کہ جسم اند با یکدیگر متساوی اند در رتبت و کسی را بر دیگرے شرفے و فضیلتے نیست چہ یک حد معنوی ہمہ را شامل است و یک صورت جنسی ہیولیٰ اولیٰ جملہ را مقوم و اختلاف اول کہ در ایشان ظاہر می شود تا ایشان را متنوع میکند بانواع عناصر و غیر آن مقتضی بہ تباینے کہ موجب شرف بعضی بود بر بعضے نیست بلکہ ہنوز در معرض تکافی در رتبت و تساوی در قوت اند،

اجسام طبعی از روی جسم رتبہ مین مساوی ہین اور ایک کو دوسرے پر کوئی شرف اور فضیلت نہین ہو اسلئے کہ سب کی تعریف ایک ہی اور ہیولیٰ اولیٰ سب کی قوام ماہیت مین داخل ہے ظہور اختلاف اول جس سے وہ انواع عناصر مین منقسم ہوتے ہین کسی ایسے تباین کا مقتضی نہین جو موجب شرف ہو بلکہ اس وقت تک وہ رتبہ اور قوت مین برابر ہوتے ہین،

ترکیب امتزاج کیساتھ اختلاف مراتب پیدا ہونے لگتا ہی، اس سلسلہ کی سب پہلی کڑی جمادات ہوتے ہین،

و چون میان عناصر امتزاج و اختلاف پدید می آید و بقدر قرب مرکب بہ اعتدال حقیقی کہ آن وحدت معنویست اثر مبادی و صور شریفہ

جس وقت عناصر مین باہم امتزاج و اختلاط کا ظہور ہوتا ہی اور جسم مرکب بقدر قرب اعتدال حقیقی و وحدت معنوی مبدأ فیاض سے متاثر ہو کر صور شریفہ قبول کرنا شروع کرتا ہے اس وقت اس مین ترتب و اختلاف مدارج

قبول میکند ترتب و تبائن در ایشان ظاہر می شود پس انچہ از جمادات مادہ او قبول صور را مطاوع تر است از جہت اعتدال مزاج شریف تر است از دیگران و آن شرف را مراتب بسیار و مدارج بیشمار است تا بحدی رسد کہ مرکب را قوت قبول نفس نباتی حاصل آید

پیدا ہونے لگتا ہی، انواع جمادات مین سے جنکے مادہ مین قبول صورت کی استعداد زیادہ ہوتی ہے وہ دوسرون سے باعتبار اعتدال مزاج شریف تر ہوتی ہین اور اس شرف کے مراتب بیشمار ہین یہانتک کہ اجسام مرکب (یعنی بعض جمادات) مین نفس نباتی کے قبول کرنے کی قوت حاصل ہوجاتی ہی،

جمادات ترقی ترقی کرتے کرتے نباتات کے درجہ تک پہونچ جاتے ہین، اور اب نباتات مین ارتقا شروع ہوتا ہی،

پس بدان نفس مشرف شود و در و چند خاصیت بزرگ چون اغتذا و نمو و جذب ملائم و نفض غیر ملائم ظاہر شود و این قوتہا نیز در و متفاوت افتد بحسب استعداد و انچہ با فق جمادات نزدیک تر باشد مانند مرجان بود کہ بمعادن بہتر ماندہ از و گرہستہ مانند گیاہہائے کہ بی بذر و زرع بمجرد امتزاج عناصر و طلوع آفتاب و ہبوب ریاح بروید در و قوت بقائی شخص زمانے دراز و تبقیہ نوع نبود، پس ہمبرین نسق فضیلت برنسبتی محفوظ افزاید،

اب جسم جماد اس نفس نباتی سے مشرف ہوجاتا ہی اور اس مین چند برتر خصوصیات پیدا ہوجاتی ہین، مثلاً غذا حاصل کرنا، نمو، جذب موافق، ترک مخالف، یہ قوتین بھی حسب تفاوت استعداد متفاوت ہوتی ہین مرجان افق جمادات سے نزدیک تر ہی اور معادن سے ترقی کرکے اُن نباتات کی حد تک پہونچگیا ہے جو خود بخود امتزاج عناصر اور آفتاب و ہوا کی مدد سے اُگتی ہین اور جن مین نہ تو عرصۂ دراز تک خود باقی رہنے کی قوت ہے اور نہ اپنے نوع کے باقی رکھنے کی، یہانتک کہ اُن کا مرتبہ تخم دار گھاس اور

[illegible] گیاہہائے تخم دار و درختان میوہ دار رسد کہ در ایشان قوت بقائے شخص و تبقیۂ نوع بکمال باشد و در بعضی کہ شریف تر باشند اشخاص ذکور کہ مبادی صور موالید باشند از اشخاص اناث کہ مبادی مواد باشند متمیز شوند و ہمچنین بدرخت خرما رسد کہ چند خاصیت از خواص حیوانات مخصوص است و آن انست کہ در بنیۂ او جزوی معین شدہ است کہ حرارت غریزی در و بیشتر باشد بمثابۂ دل دیگر حیوانات را تا اعضان و فروع از و روید چنانکہ شرائین از دل و در لقاح و گشن دادن و بار گرفتن و مشابہت بوئی لقاح بران بارگیرد ببوئی نطفۂ حیوانات مانند دیگر جانوران است و آنکہ چون سرش ببرند یا آفتی بدلش رسد یا در آب غرق شود خشک گردد شبیہ است ببعضی از ایشان، و بعضے از اصحاب فلاحت خاصیتی دیگر یاد کردہ اند درخت خرما را از ہمہ عجیب تر و آن انست کہ درختی می باشد کہ میل میکند بدرختی و بار

میوہ دار درخت تک پہونچ جاتا ہی اور اون مین خود باقی رہنے اور اپنی نوع کے باقی رکھنے کی پوری قوت پیدا ہوجاتی ہی، اب ان مین بعض ایسے ہونے لگتے ہین جنمین نر اور مادہ کا امتیاز بھی ہوتا ہی، یہانتک کہ درخت خرما تک ترقی کرجاتے ہین جس مین چند خواص حیوانات پائے جانے لگتے ہین، مثلاً اس مین ایک جزا ایسا ہوتا ہی جس مین حرارت غریزی زیادہ ہوتی ہی وہ بمنزلہ دل کے ہوتی ہی اور اس سے شاخین اسطرح نکلتی ہین جس طرح دل سے شرائین، اسکی مادہ نر سے بارآور ہوتی ہے، اور جس مادہ سے بارآور ہوتی ہی اوس کی بو حیوانات کے نطفہ کی سی ہوتی ہے، جب اوس کا سر کاٹ ڈالتے ہین یا اوس کے دل پر کوئی صدمہ پہونچتا ہی یا پانی مین غرق ہوجاتا ہے تو خشک ہوجاتا ہی، بعض ماہرین فن زراعت نے تو اس کی ایک عجیب خاصیت یہ بھی بیان کی ہی کہ اس کے بعض مادہ درختون کا

گیرد از گشن ہیچ درختی دیگر جز از گشن آن
درخت و این خاصیت نزدیک است بخاصیت
الفت و عشق کہ در دیگر حیوانات است بر جملہ
امثال این خواص بسیار است و درین درخت
داد را ایک چیز بیش نماندہ است تا بحیوان
برسد و آن انقلاع است از زمین و حرکت
در طلب غذا و آنچہ در اخبار نبوی علیہ السلام
آمدہ است کہ درخت خرما را عمۂ نوع انسان
خواندہ انجا کہ فرمودہ است اَکْرِمُوا عَمَّتَکُمُ النَّخْلَۃَ
فَاِنَّہَا خُلِقَتْ مِنْ بَقِیَّۃِ طِیْنِ آدم ہمانا اشارہ
بدین معنی باشد و این مقام غایت کمال نباتات
است و مبدأ اتصال بہ افق حیوانات،

نباتات اب حیوانات کی صف مین قدم رکھتے ہین، اور اون مین حیات حیوانی پیدا ہونے لگتی ہے،

وچون ازین
مرتبہ بگزرد مراتب
حیوانی بود کہ مبدأ آن بہ افق نبات پیوستہ
بود مانند حیوانا تیکہ چون گیاہ تولد کنند و از
تزاوج و تولد و حفظ نوع عاجز باشند چون
کرمان خاک و بعضی از حشرات و جانورانیکہ
در فصلی از فصول سال پدید آیند و در فصلی

میل کسی خاص نر کی جانب ہوتا ہے کہ بدوا
اس کے کسی دوسرے سے بار آوری نہین
ہوتے، یہ خاصیت بمنزلۂ عشق کے ہے غرضکہ
اس درخت مین اس طرح کی بہت سی
خاصیتین ہین، جن سے اس مین حیوان کے
مرتبہ تک پہونچنے کے لئے صرف تلاش غذا
مین حرکت کرنا باقی رہ جاتی ہے، حدیث
نبوی کہ اپنی پھوپھی درخت خرما کی تعظیم کرو،
کہ اوس کی خلقت آدم کی بقیہ مٹی سے
ہوئی ہے، اسی جانب اشارہ کرتی ہے،
یہ انتہائے کمال نباتات اور ابتدائے کمال
حیوانات ہے،

نباتات کی اس ترقی کے بعد مرتبۂ حیوانیت شروع
ہوتا ہے، جس کی پہلی منزلون کے ڈانڈے
حیات نباتی سے ملے ہوئے ہوتے ہین، مثلاً
بعض کیڑے اور پتنگے جو گھاس کی طرح خود بخود
پیدا ہوتے رہتے ہین اور جن مین افزائش
نسل کی قوت نہین ہوتی، بعض کی پیدائش
کسی خاص فصل مین ہوتی ہے، اور جہان

دیگر مخالف آن فصل نیست شوند و شرف ایشان
بر نباتات بقدر تست بر حرکت ارادی و احساس
با طلب ملائم و جذب غذا کنند و چون ازین
مقام بگزرد بحیوانانی رسد کہ قوت غضبی در ایشان ظاہر
شود تا از منافی احتراز نمایند و آن قوت نیز در ایشان
متفاوت بود و آلت ہر یکے بحسب مقدار قوت ساختہ و معد بود
و آنچہ بدرجۂ کمال رسد در ان باب بہ سلاحہاے تمام
کہ بعضی بمنزلۂ نیزہ ہا باشند چون شاخ و سرون
و بعضی بمثابۂ کاردہا و خنجرہا چون دندان و
مخلب و بعضی بمحل تبر و دبوس چون سم و آنچہ
بدان ماند و بعضی بجاے زوبین و تیر چون آلات
ری کہ در شہپر مرغان و غیر آن بود ممتاز باشند
و آنچہ آن قوت در و ناقص باشد بدیگر اسباب
دفع چون گریختن و حیلہ کردن مخصوص باشند
مانند آہو و روباہ، و اگر تامل کنند در اصناف
جانوران و مرغان مشاہدہ کردہ آید کہ ہر شخص
را آنچہ بدان احتیاج بود از آلات و اسباب
فراغت و مقدر و مہیاست چہ بقوت و
شوکت و ترتیب آلات چنانکہ یاد کردہ آمد

دوسری فصل آئی وہ نیست و نابود ہو جاتے
ہین، ان کو صرف حرکت ارادی و احساس و
تلاش غذا کی بنا پر نباتات پر فضیلت حاصل
ہوتی ہے، اس سے آگے بڑھکر ان حیوانات
کا مرتبہ ہے جن مین قوت غضبی موجود ہوتی ہے،
جس سے یہ دفع ضرر کر سکتے ہین، یہ قوت بھی
مختلف ہوتی ہے، بہ اندازۂ قوت ہر ایک کو
آلات بھی ملے ہین مثلاً سینگ، دانت، پنجے
سم، شہپر جو بمنزلۂ نیزہ، چھُری خنجر، گرز اور
تیر کے ہین، جن مین یہ قوت ناقص ہے انکے لئے
دوسرے اسباب دفع مہیا ہین مثلاً آہو کے
لیئے رم روباہ کے لئے حیلہ۔ مشاہدہ سے
صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جانورون اور چرندونکے
لئے وہ آلات و اسباب فراغت جن کی ان کو
حاجت ہے فراہم کر دیئے گئے ہین، جو آلات
و قوت سے محروم ہین انہین الہام خداوندی
نے ان مصالح پر مطلع کر دیا ہے جن سے
وہ بآسانی حصول کمال شخصی و نوعی کر سکین
یعنی ازدواج طلب نسل، اولاد کی حفاظت

وجه بالهام رعایت مصالح که مستدعی کمال شخص یا نوع شود مانند شرائط ازدواج و طلب نسل و حفظ فرزند و تربیت او و ساختن آشیان بحسب حاجت و ذخیره نهادن غذا و ایثار آن بر ابنائی جنس و موافقت و مخالفت با ایشان و احتیاط و کیاست و تحری و فراست در هر تا نے بحدیکه خردمند دران متحیر شود و بحکمت و قدرت صانع خویش اعتراف کند. سُبحَانَ الَّذِی اَعطٰی کُلَّ شَیٍٔ خَلقَہٗ ثُمَّ ہَدٰی، و اختلاف اصناف حیوانات از تفاوت مدارج نباتات زیاده است از جهت قرب آن به بسائط و بعد این ازان و شریف ترین انواع آنست که کیاست و ادراک او بجدی رسد که قبول تادیب و تعلیم کند تا کمالے که در و مفطور بود او را حاصل شود مانند اسپ مودب و باز معلّم و چندانکه این قوت در و زیاده بود مرتبهٔ او را رجحان بیشتر بود تا بجاے رسد که مشاهدهٔ افعال ایشان را کافی بود در تعلیم چنانکه انچه به بیند بمحاکات نظیر آن تقدیم نماید

و تربیت، آشیانہ بنانا، غذا کا ذخیرہ فراہم کرنا۔ اپنے ابنائے جنس کو اس مین سے دینا موافقت و مخالفت کے برتاؤ کرنا، غرض سارے احتیاط و فہم و فراست و صوابدید انکو عطا ہوئی ہی کہ عقلا متحیر ہو ہو کر قدرت صانع کے معترف ہوتے ہین، سُبحَانَ الَّذِی اَعطٰی کُلَّ شَیٍٔ خَلقَہٗ ثُمَّ ہَدٰی، بہ نسبت نباتات کے اصناف حیوانات کے مدارج مین زیادہ تفاوت پایا جاتا ہی، اسکا سبب یہ ہی کہ حیوانات بسائط سے بعید ہوتے ہین اور نباتات قریب، بلند ترین حیوانات وہ ہوتے ہین جو تعلیم کو قبول کرکے اپنا کمال فطری حاصل کرسکتے ہین، مثلاً گھوڑا اور باز یہ قوت جس قدر زیادہ ہوگی اتنا ہی انکا مرتبہ بلند ہوگا، چنانچہ بعض حیوانات کے لئے بجائے تعلیم کے صرف مشاہدۂ افعال کافی ہوتا ہی، وہ جو کچھ دیکھ لیتے ہین بے ریاضت و مشقت اسکی نقل کرنے لگتے ہین، اور یہ مراتب حیوانات کی

بے ریاضتے و تعبے که به ایشان رسد و این نهایت مراتب حیوانات بود،

حیوانیت کے ڈانڈے انسانیت سے مل جاتے ہین، ارتقاء حیات حیوانی کی انتہا، حیات انسانی کی ابتداء

و مرتبهٔ اول از مراتب انسانی این مرتبه متصل باشد و آن مردمانی باشند که بر اطراف عمارت عالم ساکن اند مانند سودان مغرب و غیر ایشان چه حرکات و افعال امثال این صنف مناسب افعال حیوانات بود تا این غایت هر ترتب و تفاوت که افتد بمقتضاے طبیعت بود و بعد ازین مراتب کمال و نقصان مقدر بر اراده و رویت بود پس هر مردم که این قوی در و تمام افتد و به استعمال آلات و استنباط مقدمات آن را از نقصان بکمال بهتر تواند رسانید فضیلت و شرف او زیاده بود بر آنکه این معانی در و کمتر باشد. و اوائل این درجات کسانے را بود که بوسیلهٔ عقل و قوت حدس استخراج صناعات شریف و ترتیب حرفتهائی دقیق و آلات لطیف میکنند و بعد ازان جماعتی که

انتہا ہے، یہان سے مرتبۂ انسان کی ابتدا ہوتی ہی، اس ابتدائی درجہ کے انسان (یعنی وحشی و حیوان نما انسان) اطراف عالم مین سکونت پذیر ہین، مثلاً سودان مغرب، ان کے افعال و حرکات حیوانات سے مشابہ ہوتے ہین۔ یہانتک باہمی تفاوت کے مدارج اقتضاے طبیعت کی بنا پر طے پاتے رہتے ہین، مگر اسکے بعد مراتب کمال و نقصان ارادہ اور فکر پر مبنی ہوجاتے ہین، چنانچہ جس شخص مین یہ قوتین کامل ہوتی ہین، وہ ان کے صحیح استعمال سے درجۂ کمال تک پہونچ سکتا ہی، اور ان اشخاص سے کہین آگے بڑھ جاتا ہی، جن مین یہ قوتین نسبتہً کم ہوتی ہین، ان مین ابتدائی درجہ اُن لوگون کا ہی جو قوت عقلیہ سے طرح طرح کی صنعت و حرفت و آلات کے موجد ہین اس کے بعد وہ گروہ ہی جو بوسیلۂ عقل علوم و معارف

بعقول و انکار و تامل بسیار در علوم و معارف و اقتنائی فضائل خوض می نمایند و از ایشان گزشتہ کسانیکہ بوحی و الہام معرفت حقائق و احکام از مقربان حضرت الہیت بی توسط اجسام تلقی میکنند و در تکمیل خلق و تنظیم امور معاش و معاد سلب راحت و موجب سعادت اہل اقالیم و ادواری شوند و این نہایت مدارج نوع انسانی بود و تفاوت این نوع بیشتر از تفاوت بود در نوعہائے حیوانات ہم بدان نسبت کہ در حیوانات و نباتات گفتہ آمد و چون بدین منزلت رسد ابتدائے اتصال بود بعالم اشرف و وصول بمراتب ملائکہ مقدس و عقول و نفوس مجردتا بہ نہایت آنکہ مقام وحدت بود و آنجا دائرہ وجود باہم رسد مانند خطی مستدیر کہ از نقطۂ آغاز کردہ باشد تا بدان نقطہ باز رسد،

اکتساب فضائل مین سرگرم رہتا ہے، ان سے بالاتر وہ نفوس قدسیہ ہین جو بذریعۂ وحی والہام معرفت حقائق حاصل کرتے ہین اور بلا توسط اجسام مقربان رب العزت سے اخذ احکام فرماتے ہین اور خلقت کی تکمیل اور ان کے معاش و معاد کا انتظام ان کے ہاتھون مین ہی اور یہ کمال نوع انسانی کی حد ہی، نوع انسانی مین بمقابلۂ نوع حیوانی اسیقدر تفاوت ہی جتنا کہ حیوانات و نباتات مین بیان کیا گیا اس مرتبہ پر پہونچ کے انسان کی رسائی عالم اشرف و ملائکہ و عقول تک ہو جاتی ہے یہانتک کہ وہ مقام وحدت تک ترقی کرجاتا ہی جہان دائرہ وجود کا اختتام اس طرح ہوتا ہے جیسے ایک خط مستدیر کسی نقطہ سے شروع ہو کر اپنا دور ختم کر دیتا ہی،

اقتباس بالا کی آخری سطور مین محقق طوسی نے ارتقاء انسانیّت کے جس مسئلہ کو

چھیڑ دیا ہی، اِس سے حکماء یورپ کا ایک بڑا گروہ تو قطعاً نا آشنا ہی، جرمن حکماء کا ایک گروہ جو اصولاً اسے تسلیم کرتا ہی، وہ بھی چونکہ مادّیات کے محدود دائرہ سے ایک قدم آگے بڑھانا کفر خیال کرتا ہے، اسلئے (SUPERMAN) "سوپر مین" (فوق الانسان) وغیرہ کی پریشان خیالیون مین پھنس کر رہ گیا ہی، لے دے کے والس، لاج، وغیرہ کا گروہ رہ جاتا ہے جو عالم اجسام سے برتر و ماورا ایک دوسرا عالم تسلیم کرتا ہے، وہ البتہ اس روحانی ارتقاء کے اسرار سے ایک حد تک آشنا کہا جا سکتا ہے، لیکن درحقیقت اِس طلسم کی کامل عقدہ کشائی یورپ کے بس کی بات نہین، اِس ہفتخوان کو مدتون پیشتر مشرق مین سر کیا جا چکا ہی، اور اِس منزل کے بہترین راہنما "اُن" کے ہان نہین، بلکہ خود ہمارے ہان گذر چکے ہین، قونیہ کا عارف کامل، جسے دنیا رومی کے لقب سے پکارتی ہی، نباتیّت، حیوانیّت و انسانیّت کے ساتھ ان مراتب ملکوتیّت و لاہوتیّت کے مربوط ہونے کی، اپنی مخصوص طمطراق انداز مین یون خبر دیتا ہی ؎

از جمادی مردم و نامی شدم ‏ ‏ ‏ ‏ وز نما مُردم بہ حیوان سر زدم
مردم از حیوانی و آدم شدم ‏ ‏ ‏ ‏ پس چہ ترسم کے ز مردن کم شدم
تا بر آرم از ملایک بال و پر ‏ ‏ ‏ ‏ جملۂ دیگر بہ میرم از بشر
از ملک ہم بایدم جستن زجو ‏ ‏ ‏ ‏ کل شی ہالک الا وجہہ
بار دیگر از ملک قربان شوم ‏ ‏ ‏ ‏ آنچہ اندر وہم ناید آن شوم
پس عدم گردم عدم چون ارغنون ‏ ‏ ‏ ‏ گویدم اِنّا الیہ راجعون

معارف:۔ حکمائے یورپ بھی غالباً نفس نظریۂ ارتقاء کی اولیّت اکتشاف کے مدعی نہین ہین، اُن کا اصلی کارنامہ اس نظریہ کے علمی (سائنٹفک) شواہد و دلائل کی فراہمی اور قوانین "تنازع للبقا" "انتخاب طبعی" وغیرہ کا استقرائی استنباط ہی، باقی نفس انسانیت سے اوپر کسی مرتبۂ ارتقاء کا علم سائنس کی حد نظر سے باہر اور زیادہ تر مابعد الطبیعیات کی بحث ہی، جس کیلئے یقیناً ڈاروِن کی اوراق گردانی کے بجائے، رومی کے دفاتر مثنوی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے،

اسلام کا اثر یورپ پر

(۲)

علوم و فنون

یورپ مین ازمنۂ وسطیٰ مین رومی اور یونانی علوم و فنون کی ترقی کا افسانہ بالکل فراموش ہو چکا تھا، اور اسوقت اہل یورپ علمی طور پر ان علوم کی نسبت کچھ بھی واقف نہ تھے، رومی اور یونانی علوم کے زوال کے بعد سے یورپ مین بھی تنزل علوم پیدا ہو گیا، اور اسوقت سے گویا تمام علمی کتابون پر مہرین لگ گئین، اگر ایسے وقت مین اہل اسلام نے اس قدیم ذخیرۂ کتب کو جسمین رومی اور یونانی علوم و فنون کے بیش بہا خزانے محفوظ تھے، جانفشانی اور صرف کثیر سے حاصل کرکے اپنی زبان مین منتقل نہ کر لیا ہوتا، اگر انھون نے ان قدیم اقوام کی عظیم الشان یادگارون کو فنا ہونے سے نہ بچایا ہوتا، اور تلف ہونے دیا ہوتا، تو اسمین ذرا بھی شک نہ تھا کہ اہل یورپ جو آج تمام اقوام عالم کے پیشرو نظر آتے ہین، تمدن و تہذیب کے علمبردار نہ بن سکتے، ہمارا یہ دعوی تاریخی حقائق پر مبنی ہے، اور خود یورپ کے ماہران تاریخ کو اس امر کا اعتراف ہے، مشہور مصنفین یورپ کے اقوال ہم یہان نقل کرتے ہین،

(۱) موسیو گستاؤلی بان لکھتا ہے:-

"صرف عربون کی بدولت (نہ ان راہبون کی وجہ سے جو زبان یونانی کا نام بھی نہ جانتے تھے) تصانیف قدیم ہم تک پہنچی ہین، اور دنیا کو ہمیشہ اُن کا ممنون رہنا چاہئے کہ انھون نے اس

ذخیرۂ بے بہا کو تلف ہونے سے بچا لیا[1]"

(۲) مارگولیتھ لکھتا ہے:-

"انہی کی تصنیفات کی بدولت یورپ مین فلسفۂ یونان پھر زندہ ہوا[2]"

(۳) پروفیسر رینالڈ نکلسن لکھتا ہے:

"اگرچہ مسلمانون نے جن مختلف شعبہ جات علوم مین قیمتی اضافے کئے انکو ضرور تسلیم کرنا چاہئے، مگر یہ تحقیقات و اکتشافات اس بار احسان کے مقابلہ مین بہت کم وقعت رکھتی ہین جو اہل عرب نے ازمنۂ وسطیٰ کے یورپ پر بطور رہنمایان و مشعل برداران علم کے ہم پر کیا ہے[3]"

(۴) جان کلرک رڈپاتھ لکھتا ہے:-

"علوم کی تخم افشانی اسلام کے اسکالرون نے کی اور اس طرح ہلال نے صلیب کو اصول علمی و فنی کا درس دیا[4]"

ان کے علاوہ اور بھی کئی یورپین مصنفین نے اس امر کا اعتراف کیا ہے، مگر چونکہ انکی تصنیفات ہمارے پاس نہین ہین، اسلئے موجودہ اقتباسات پر ہی اکتفا کرنا پڑا-

تراجم اور فلسفۂ یونان[5] کسی قوم کی ترقی علم و ادب کا ابتدائی زمانہ بیرونی ممالک کے مصنفین کی کتابون کے ترجمہ سے شروع ہوتا ہے، اہل اسلام بھی اس سے مستثنیٰ نہین رہے، انھون نے قدیم اہل یونان کی تقریباً تمام تصانیف کو جو دستبرد زمانہ سے تلف ہو جانے کے قریب تھین، یہی نہین کہ اپنی زبان مین منتقل کر لیا، بلکہ اپنا بنا لیا، انہی کے ذریعہ سے فلسفۂ یونان کا نام

---

[1] تمدن عرب صفحہ ۵۱۴، [2] محمڈنزم صفحہ ۲۴۴، [3] لٹریری ہسٹری آف دی عربز، صفحہ ۳۵۹، [4] انسائیکلوپیڈیا آف یونیورسل ہسٹری جلد ۲ صفحہ ۱۲۵، [5] تراجم کے لئے دیکھو علامہ شبلی کی کتاب تراجم جو اس موضوع پر نہایت مبسوط ہے،

پھر زندہ ہو(۱)

یونانی فلسفہ کی کتابون کے ترجمہ کی طرف مسلمانون کی توجہ خاندان عباسیہ کے مشہور تاجدارون منصور، ہارون، اور پھر اسکے خلف الرشید مامون کے عہد زرین مین ہوئی یہ وہ زمانہ تہا جب یونانی منطق وفلسفہ کی تحصیل کفر والحاد کی مترادف تھی چنانچہ یہ ضرب المثل ہوگئی تھی کہ من تمنطق فتزندق، لیکن آزاد خیال مسلمانون نے اُنکی کچھ پروا نہ کی، اور ان خلفا کی زیر سرپرستی یونانی علوم کا سرمایہ اپنی زبان مین منتقل کرلیا، خلیفہ ہارون الرشید نے اس کام کے لئے "بیت الحکمۃ" قائم کیا تہا جسمین بلا لحاظ مذہب وملت بڑے بڑے ماہرین السنہ اور فضلاے وقت کو شریک کیا گیا تہا، تاکہ وہ تمام کتب قدیمۂ یونان کا عربی مین ترجمہ کرین، اسکے عہد مین فلسفۂ یونان کی اکثر کتابین ترجمہ ہوئین، اسکے بعد مامون الرشید نے اس کام کو اور ترقی دی، اور اسمین یہانتک کوشش کی اور اسقدر سخاوت سے کام لیا کہ جسقدر ترجمہ کیا جاتا تہا اُسی کے ہموزن سونا دیتا تہا(۱)۔

مامون ہی کی تقلید بغداد کے اکثر امرا و اہل دول نے کی، اسلئے وہان عراق، شام، فارس، روم، اور ہندوستان سے ترجمہ کرنے کے لئے حکما، اور برہمن پنڈت وغیرہ آنے لگے، یونانی، فارسی، سریانی، قبطی اور لاطینی زبانون سے مختلف علوم وفنون کی کتابون کے ترجمے ہونے لگے، مامون کے بعد بھی چند خلفا کے زمانہ تک یہی طریقہ جاری رہا، اور تمام اہم کتابین علوم قدیمہ کی عربی مین ترجمہ کرلی گئین(۲)۔

عیسائی مصنفین کی طرف سے عموماً یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مسلمانون نے فلسفۂ یونانی کو عربی مین ترجمہ کرنے مین بہت غلطیان کی ہین، اور وہ اس زبان مین کافی مہارت ہونیکی

(۱) علوم عرب جرجی زیدان صفحہ ۱۷۰ (۲) ایضاً،

وجہ سے فلاسفۂ یونان کے خیالات کو برابر نہین سمجھ سکتے(۱)، مگر یہ صحیح نہین ہے اسلئے کہ جب گیارہوین صدی کے وسط مین علماے یورپ نے یونانی فلاسفہ کی کتابون کا ترجمہ کرنا چاہا تو اُنھون نے عربی تراجم کو اصل سے قریب تر پایا، بلکہ جو باتین وہ اصل یونانی مین نہ سمجھ سکے تھے اُنکو عربی مین سمجھا، چنانچہ یورپین مصنفین کو اس بات کا اعتراف ہے کہ عربی تراجم اصل کے مطابق نہایت صحیح ہین:-

"اہل عرب کے اس اثر کی جو موجودہ دور تمدن کے تمام شعبہ جات پر پڑا ہے، سب سے واضح اور نمایان خصوصیتون مین سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اُنھون نے یورپ مین قدیم مصنفین یونان کا علم پہنچایا، جنکی زبان، تصنیفات اور نام تک قطعی فراموش ہوچکے تھے، نہایت جرات کے ساتھ اس بات کو قبول کرنا چاہیئے کہ ان کثیر التعداد تراجم اور اُنسے بھی زیادہ ان کثیر التعداد شرحون نے جو اہل عرب نے قدیم اہل یونان کی تمام کتابون پر لکھین اور جو اُنکے لٹریچر کو یونانی لٹریچر کا فرزند ثانی بناتی ہین، زمانہ حال کے لوگون کو قدیم علوم وفنون کا پہلا خیال دلایا، اور محض انہی کے تراجم ان اصلی اور قدیم مصنفین کی تصنیفات حاصل کرنے اور انکو سمجھنے کا ذریعہ بنے، بقول مسٹر ہائنڈ علوم یونانی کا ایک بہت بڑا حصہ جو اصلی ذرائع سے ہمارے پاس پہنچا ہے وہ پہلے پہل ہمکو عربون کے ہاتھ سے پہنچا(۲)"

اسمین ذرا بھی شک نہین کہ مسلمانون نے کتب فلسفہ ودیگر علوم یونان کی محافظت کی، اور اسکو نئی زندگی بخشی، اور یورپ کو نہ صرف اُن بیش بہا تصنیفات سے آشنا کردیا بلکہ اُنکا پڑہنا سکہایا، اہل یورپ کو مجبوراً ماننا پڑا ہے کہ اُن قیمتی خزانون کے محافظ مسلمان ہی تھے(۳)،

(۱) آئینۂ عرب (ترجمہ دمناجۃ الطرب) از نوفل آفندی صفحہ ۲۳۸ (۲) ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۸ صفحہ ۲۷۶ (۳) ایضاً۔

"اگر ہم علوم انسانی کی تمام تاریخ کا پتہ چلائین اور اس حقیقت کو یاد رکھین کہ یونان نے اسکندریہ مین رومی علوم کو زندہ رکھا تو ہمکو علوم یونان کے مقدس ڈپو کی محافظت کو یورپ کی علمی نشاۃ الثانیہ کے زمانہ تک عربون ہی سے منسوب کرنا پڑیگا"

یہ کہا جاتا ہے کہ فلسفہ مین مسلمانون کی ہمت فلاسفۂ یونان کے تراجم، اُن کے شروح، تعلیقات و تلخیصات تک محدود رہی، اور انھون نے بطور خود اسمین زیادہ ترقی نہین کی تاہم مشہور فلاسفۂ اسلام الرازی، کندی، ابن سینا، ابن رُشد، امام غزالی وغیرہ نے مشاہیر فلاسفۂ یونان کے رد مین کئی کتابین لکھ ڈالین اور اُنکے سیکڑون نظریون کی تغلیط کی اور اُنکے بیشمار اصولون کو محض بے بنیاد کرکے رکھدیا، پھر بھی یورپ آج تک باوجود ادعاے ہمہ دانی اس سے زیادہ اور کچھ نہ کرسکا، کہ اُسکا تمامتر انہی مشاہیر حکماے اسلام کی تصنیفات پر دارومدار رہا، اور تیرہوین صدی عیسوی کی ابتدا سے اسکے دار العلومون مین ابن رشد ہی کا فلسفہ رائج تھا[1]، ارسطو کا فلسفہ بھی سب سے پہلے مسلمانون ہی نے اہل یورپ کو سکھایا، ایک عیسائی مورخ یون لکھتا ہے:-

"فلسفۂ ارسطو سب سے پہلے ان مسلمانون کی بدولت یورپ مین پہنچا، جنھون نے اسپین کو (جو اوائل قرون وسطی مین علوم و فنون کا اہم مرکز تھا) فتح کرلیا، تصانیف ارسطو کے عربی تراجم کے لاطینی ترجمے کئے گئے، اور اسطرح ارسطو کے مسائل مسیحی دنیا کے دار العلومون کے لکچر رومز (خطبہ گاہون) مین سکھاے جانے لگے"[2]

منطق استقرار[3]

فلسفہ کا ذکر کرتے ہوئے مین اپنے مضمون کی تکمیل مین قاصر رہونگا اگر مین منطق استقرار کا ذکر نہ کرون، یورپ مین یہ عام خیال ہے کہ منطق استقرار کی ایجاد کا سہرا لارڈ بیکن کے سر ہے، لیکن اہل یورپ کو یہ نہین معلوم کہ امام غزالی نے اپنی منطقی تصنیفات[1] مین استقرار کی بنیاد ڈالی[2]، ڈاکٹر ڈریپر بھی استقرار کو بیکن سے منسوب کرنے کے خلاف ہے، وہ لکھتا ہے:-

"طریقۂ استقرار کو بیکن سے منسوب کرنا گویا تاریخ کو فراموش کردینا ہے[3]"

لارڈ مکالے نے اِلیسیز مین بیکن کو فلاسفہ مین سب سے اونچی جگہ بٹھایا ہے مگر وہ بھی استقرار کو اس سے منسوب کرنے کا سخت مخالف ہے[4]، ڈاکٹر لی بان اس امر مین ہمارا ہمخیال ہے بلکہ وہ یہ لکھتا ہے:-

"تجربہ اور مشاہدہ کو اقوال اساتذہ کے مقابل مین تحقیقات علمی کے اصول قرار دینا عموماً بیکن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن اسوقت تک تسلیم کرنا چاہیے کہ اسکے موجد عرب تھے، کل محققین یورپ علی الخصوص ہمبولٹ جرمنی سیاح جنھون نے عربی تصنیفات کو دیکھا ہے اب اس امر کے قائل ہین[5]"

---

[1] تمدن عرب صفحہ ۵۱۰ [2] ہسٹری آف ماڈرن فلاسفی از اے، ڈبلو بین صفحہ ۲۰، [3] امور خصوصیہ سے حقائق عمومیہ کے استخراج کرنے کو طریقۂ استقرار کہتے ہین۔

[1] امام غزالی کی بعض منطقی تصنیفات یورپ مین طبع ہوگئی ہین، ان مین سے ایک کتاب مقاصد الفلاسفہ کے مضمون کا ترجمہ ڈومینک گوندی سالوی نے کیا، اور وہ ۱۵۰۶ء مین بمقام وینس چھاپا گیا، یہ علامہ شبلی مرحوم کی نظر سے گذرا ہے، اسمین منطق کے ابتدائی مسایل ہین لیکن جس وضاحت کے ساتھ ان مسائل کو لکھا ہے کسی مصنف نے آج تک نہین لکھا، منطق مین ایک اور کتاب امام صاحب کی ہے جسکا نام میزان العمل ہے اسلامی ممالک مین یہ کتاب بالکل نایاب ہے، لیکن یورپ مین اسکا عبرانی ترجمہ جو ایک یہودی مسمّی ابراہیم حسدائی نے کیا تھا، مانسیو گولڈنتال نے لیپزیگ مین ۱۸۳۹ء مین چھاپا (دیکھو الغزالی صفحہ ۵۳، ۵۴) [2] الغزالی صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، [3] کانفلکٹ بٹوین ریلیجن اینڈ سائنس صفحہ ۲۳۳، (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسطرح فلسفہ مین یورپ والے مسلمانون کے خرمن علم کے خوشہ چین رہے، اسی طرح منطق مین بھی وہ اُنکے دست نگر ہے، ڈاکٹر نوفل لکھتا ہے:-

کما اخذ الافرنج اکثر علومھم عن العرب اخذ وا کذ الک عنھم علم المنطق ایضاً (ولکنہ علی الوجہ الذی اشرنا الیہ) ودام عندھم علی ھٰذہ الصورۃ الی الاواخر الجیل السادس عشر للمیلاد"[1]

جس طرح اہل فرنگ نے اکثر علوم عربون سے لئے اسی طرح علم منطق بھی اُنھون نے انہی سے حاصل کیا مگر وہ بھی اسطرح جیسا کہ ہمنے پیشتر اسکی نسبت اشارہ کیا ہے (یعنی لاطینی تراجم کے ذریعہ سے اور جو غلطیان اُنھون نے کی ہین اُنکو ویسا ہی قائم رکھکر) اور اسی صورت مین یہ علم اُن کے ہان سولہوین صدی کے آخر تک قائم رہا۔

نظریۂ ارتقاء

"ایوولیوشنری تھیوری" یا نظریۂ ارتقاء چارلس ڈاروِن کی اولیات مین شمار ہوتا ہے، جسمین اُس نے نسل انسانی کی ابتدا کا سراغ لگایا ہے، اور ثابت کیا ہے کہ انسان پہلے جماد تھا، پھر نبات ہوا، اور پھر بتدریج ترقی کرتے کرتے حیوان کی شکل مین آیا، جسکی ہیئت اولین بندر کی تھی، اسکی نسبت ہمارے ظریف الطبع شاعر کی یہ پھبتی مشہور ہے:-

بنے بندر سے ہم انسان ترقی اسکو کہتے ہین
ترقی پر بھی بنٹو بدنصیبی اسکو کہتے ہین

آج اکثر تعلیم یافتہ مسلمان واقف ہین کہ اس مسئلہ کو سب سے پہلے دنیا مین پیش کرنے والے انہی کے اسلاف تھے، ہم اپنے مضمون مین تفصیل کی گنجائش نہین پاتے، اور نہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [3] الیسیز بائی مکالے صفحہ ۷، ۸ (لندن ۱۹۲۳ء) [4] تمدن عرب صفحہ ۴۰۰،

[1] زبدۃ الصحائف فی اصول المعارف صفحہ ۹۱ مطبع ناصری بمبئی،

حکمائے اسلام کی تصنیفات سے دکھاتے کہ کس طرح اُنھون نے اس نظریہ کو ثابت کیا ہے اور ڈاروِن کے نظریہ کے ساتھ اسکو کیا مطابقت ہے[1]،

بعض عیسائی علمائے سائنس بھی اس سے بیخبر نہین ہین کہ اس مسئلہ کے سب سے پہلے موجد مسلمان ہین، چنانچہ ڈاکٹر ڈریپر لکھتا ہے:-

"بعض دفعہ تعجب ہوتا ہے جب ہماری نظر ایسے خیالات پر پڑتی ہے جنکی نسبت از راہ فخر ہم یہ سمجھتے ہین کہ ان خیالات کے موجد ہونے کا شرف ہمین کو حاصل ہے، مثال کے طور پر نظریۂ ارتقاء و ترقی کو لیلو جسکو ہم اپنے زمانہ کا اکتشاف سمجھتے ہین، حالانکہ اس مسئلہ کی تعلیم اس سے بہت پہلے انکے (مسلمانون کے) مدارس مین دیجاتی تھی، اور ہمنو اُسکے محدود ہی معنی لیتے ہین لیکن وہ ہم سے بھی آگے بڑھے ہوے ہین اور اجسام غیر عضوی تک کو اسکے دائرۂ عمل مین داخل سمجھتے ہین"[2]

تاریخ

دنیا جانتی ہے کہ فن تاریخ کو مسلمانون نے کسدرجہ پر پہنچادیا، "فن تاریخ" کی تدریجی ترقی کا اگر سراغ لگایا جاے تو صاف معلوم ہوجایگا کہ اس فن کے ساتھ مسلمانون سے زیادہ کسی قوم نے اعتنا نہین کیا، اُنھون نے اس فن مین اسقدر ترقی کرلی تھی کہ انکی طرز تاریخ نویسی پر کسی قوم کا اضافہ کرنے کی گنجائش نظر نہین آتی[3]، فلسفہ تاریخ کے اصول کو جسطرح ہمارے مشہور مورخون نے سمجھا وہ کئی صدیون کے بعد آج یورپ کی سمجھ مین آے ہین، پروفیسر مارگولیتھ کا یہ اعتراض کہ انکی تاریخین اس سیاسی تجربہ سے خالی ہین، جو خاص سیاسیات ارسطالیسی کی بنیاد ہے[4]، محض اُسکی کوتاہ بینی اور تعصب پر مبنی ہے، یورپ مین مورخین جو فن تاریخ کے مدعی

[1] ملاحظہ ہو کتاب "معارج الدین" مصنفہ پروفیسر نواب علی ایم اے (بڑودہ کالج) جو انکی بےنظیر تصنیف ہے، اس سے ہمارے اس قول کی تصدیق ہوسکیگی، [2] کانفلکٹ بٹوین ریلجن اینڈ سائنس صفحہ ۱۱۸، [3] محمڈنیزم صفحہ ۴۴۹، [4] محمڈنیزم صفحہ ۴۴۹،

ہین اکثر جب مسلمانون اور اسلامی ممالک کی تاریخ لکھنے بیٹھتے ہین تو اُن کا ماخذ تمام تر عربی کی وہ کتابین ہوتی ہین جو لفظاً تاریخ کے تحت مین نہین آسکتین، مثلاً کشف الظنون، فہرست ابن الندیم وغیرہ یا متعصب عیسائی مورخین کی تاریخین جنمین ابوالفرج ملطی کی تاریخ الدول بہت مشہور و متداول ہے، یہ کتاب جسکا لاطینی ترجمہ ڈاکٹر پوکاک نے کیا ہے اور اسمین خود کی طرف سے بھی بہت کچھ رنگ آمیزی کی ہے، اکثر اسلامی تاریخی امور مین اہل یورپ کا موجودہ زمانہ مین بہترین ماخذ ہے، گبن کی رومن امپائر کے حصۂ اسلامی تاریخ کا اکثر امور مین یہی ماخذ ہے، افسوس تو یہ ہے کہ اُنھون نے کبھی اُن مشہور عربی تاریخ نویسون، طبری، مسعودی، بیرونی، مقریزی، ابن خلدون وغیرہ کی تاریخون کا مطالعہ غور و فکر اور ٹھنڈے دل سے نہین کیا، حالانکہ یہی کتابین سب سے پہلے انہی لوگون کے اعتبار سے طبع ہوئین، اگر واقعی اُنھون نے ان اصل تواریخ کو پڑھا ہے، اور پھر بھی وہ یہ کہتے ہین کہ اسلامی تواریخ "سیاسی تجربہ" کے عنصر سے خالی ہین تو سوائے اسکے کیا کہا جا سکتا ہے :-

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند   در جہل مرکب ابدالدہر بماند

پھر بھی کبھی کبھی کوئی حق بات انکے قلم سے نکل جاتی ہے، چنانچہ یہی مصنف اس بات کا قائل ہے کہ

"تنقید التاریخ" جسے جرمن زبان مین "تنقید اسناد"

کہتے ہین در اصل ایک اسلامی ایجاد ہے۔[2]

اور تاریخی تحریرات مین ہر فقرہ کے لئے ماخذ کا حوالہ جو فٹ نوٹ مین دیا جاتا ہے در اصل اسلامی طرز ہے جسکو اہل یورپ نے اختیار کیا ہے،[3]

---

[1] اسمین شک نہین کہ بعض اہم تاریخی معلومات ہمکو ان فہرستون سے حاصل ہوتی ہین مگر اصل واقعات کو مشہور و معتبر تواریخ مین ڈھونڈھنا چاہیئے۔ [2] محمڈنزم صفحہ ۲۴۸ [3] ایضاً صفحہ ۲۴۹،

جغرافیہ

مسلمانون نے جغرافیائی تحقیقات مین جو کوششین کی ہین اسکا اعتراف اکثر مصنفین یورپ کو ہے مگر باوجود اس اعتراف کے کہ مسلمانون کا علم جغرافیہ ذاتی مشاہدات پر مبنی ہے، جہان علم جغرافیہ نے سائنٹفک طرز اختیار کی ہے وہان وہ بطلیموس سے ماخوذ بتلایا جاتا ہے،[1] لیکن ان مصنفین کو نہین معلوم کہ پہلے پہل یورپ مین جغرافیہ دان اور نقشہ کش عربی کتابون ہی کے طفیلی تھے، اور اسی پرواز پر اپنی کتابین لکھتے ہین"۔[2]

مسلمان پہلی قوم تھی جھنون نے بلاد بعیدہ کا سفر کیا، تمام دنیا کے عجائبات دریافت کئے، حدود زمین کی پیمائش کی، مشہور جغرافی ملطبرون لکھتا ہے کہ دریافت امریکہ کے لئے کلمبس سے پہلے کچھ لوگ جنھین معزورون کہتے تھے، بشونہ (اندلس کا ایک مقام) سے نکلے تھے اور وہ سب کے سب عرب تھے، دریاؤن کا سفر کرتے تھے اور عجیب و غریب مقامات اور زمینون کی تلاش بحر اطلانٹک مین کرتے پھرتے تھے۔[3]

موسیو لیبان مسلمانون کی جغرافیہ دانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

"اُنھون نے فن جغرافیہ کو کسقدر ترقی دی، اور موسیو ڈی وی وین ڈی سینٹ مارٹن کے سے لائق اور واقف کار جغرافی کا عربون کی تحقیقات سے قطع نظر کرنا بجز اسکے سمجھ مین نہین آتا کہ اسلام کے خلاف اسوقت تک یورپ مین نہایت شدید موروثی تعصب باقی ہے، انتحقیقات علمی کے لحاظ سے عربون نے وہ درست ہیئت کے حسابات کئے جو نقشون کی بنا ہے، اور اُنھون نے یونانیون کی فاش مقامی غلطیون کو درست کیا، سیاحت اور اسفار کے لحاظ سے اُنھون نے ایسے سفرنامے شایع کئے جن سے دنیا کے

---

[1] نولدکی کا مضمون "احاطۂ تاریخ عرب" مندرجہ ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۸ صفحہ ۲۰، [2] تمدن عرب (ترجمہ صناجۃ الطرب) صفحہ ۶۱۰ [3] ایضاً صفحہ ۶۰۶ بحوالہ ملطبرون،

ان ممالک کے حالات جو پہلے معلوم نہ تھے اور جہان اہل یورپ کا گذر تک نہین ہوا تھا، ظاہر ہوے، تصنیفات جغرافی کے لحاظ سے اُنھون نے وہ کتابین لکھین جو ماسبق تصنیفات کی جگہ قائم ہو گئین، اور جنکی تقلید پر یورپ نے کئی صدی تک اکتفا کی[1]۔

علم جغرافیہ مین مسلمانون کی تحقیقات و اکتشافات کا اندازہ اُنکے ان سفرنامون سے ہوتا ہے جو اُنھون نے دور دور دراز ممالک کی سیر و سیاحت اور ذاتی مشاہدات سے کئے ہین، عجیب و غریب جغرافیائی معلومات سے پُر ہونیکے علاوہ یہ سفرنامے علم الاثار (ارکیالوجی) کا بیش بہا ذخیرۂ معلومات ہین، مارگولیتھ لکھتا ہے:-

"ساتوین اور آٹھوین صدی ہجری کے دو مشہور سیاحون ابن جبیر اور ابن بطوطہ کے سفرنامے ہمارے پاس موجود ہین، آخر الذکر کا سفرنامہ عالمان آثار قدیمہ کے لئے معلومات کی ایک کان ہے، اور یورپ کی ایک سے زیادہ زبانون مین اسکا ترجمہ ہو چکا ہے[2]۔

مصر کا عیسائی مصنف سلیمان بستانی مشہور اسلامی مورخ اور جغرافی شریف ادریسی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"وتالیفہ یدل علی حالۃ المعارف الجغرافیۃ بین العرب فی القرن الثانی عشر ومع انہ یوجد فیہ اغلاط کثیرۃ کما یوجد فی استرابون کان الینبوع الذی استقی منہ جغرافیو الغرب قبل اکتشافات البرتوغالیین فی القرن الخامس عشر"[3]

اور اسکی تصنیف بارھوین صدی عیسوی مین اہل عرب کے علم جغرافیہ کی حالت پر دلالت کرتی ہے اور باوجود اسکے کہ اسمین بہت سی غلطیان پائی جاتی ہین جیسی کہ استرابو کے جغرافیہ مین پائی جاتی ہین پھر بھی پندرھوین صدی مین پرتگالیون کے جغرافیائی اکتشافات سے قبل یورپ کے جغرافیہ نویسون کا یہی ماخذ و منبع تھا۔

۱؎ تمدن عرب صفحہ ۲۲۴ ۲؎ محمڈنزم صفحہ ۲۴۳ ۳؎ دائرۃ المعارف جلد ثانی صفحہ ۶۷۴،

علم ہیئت و نجوم

اس فن کو ایک مکمل سائنس کے درجہ پر پہنچا دینے والے مسلمان علما تھے، اور یہ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ اس فن مین مسلمانون نے اسقدر ترقی کر لی تھی کہ وہ کام جسکو اقوام یورپ نے بالکل زمانۂ حال مین کیا ہے وہ اسوقت کر چکے تھے[1]۔

طامس بکل مسلمانون کے علم نجوم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"علوم کی کوئی شاخ جسکو اہل عرب نے سائنس کے رتبہ پر پہنچا دیا ہے تو وہ نجوم ہے، جسمین آٹھوین صدی کے وسط مین خلفاء کی زیر سرپرستی اُنہون نے بہت کچھ کمال پیدا کیا اور اسکو ترقی دیتے رہے[2]"

اس بات کے ماننے مین ذرا بھی پس و پیش نہین کرنا چاہیئے کہ یورپ نے اس فن کے متعلق تمامتر اسلامی مصنفات سے اخذ کیا اور آج تک اسپر کسی قسم کا مزید اضافہ نہ کر سکے، اس فن مین اُنکے اہم اکتشافات کا دائرۂ عمل بہت وسیع ہے، جسمین سے مشتے نمونہ از خروارے ڈاکٹر ڈریپر کی زبانی سُن لینا چاہیئے،

"اُنھون نے ان تمام ستارون کی فہرست تیار کی جو اس حصۂ آسمان پر نظر آئے، جو اُنکے مقابل تھا، اور بڑے بڑے ستارون کے نام رکھے جو آج تک تبدیل نہین ہوئے اُنہون نے یہ اصول دریافت کیا کہ شعاع نور ہوا مین بشکل قوس گذرتی ہے، چاند اور سورج کے افق پر نظر آنے کی توجیہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ اجرام قبل از طلوع و بعد از غروب کیون دکھائی دیتے ہین، شفق کی اصلیت اور ستارون کے جھلملانے کی صحیح وجہ دریافت کی، یورپ مین جو پہلی رصدگاہ قائم ہوئی وہ مسلمانون ہی کی بنائی ہوئی تھی، اجرام فلکی کی نقل و حرکت کے متعلق اُنکی تحقیقات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ زمانۂ حال کے سب سے

۱؎ تمدن عرب صفحہ ۱۷۰ ۲؎ ہسٹری آف دی سولزیشن آف یورپ جلد اول صفحہ ۷۴ کا نوٹ نمبر ۱۳،

قابل ماہران فن ریاضیات نے اُنکے رصدی نتائج سے استناد کیا ہے[1]"

ابن رشد نے آفتاب کے کلف کو بذریعہ رصد دیکھا تھا، حالانکہ اسوقت تک یورپ والون کو اسکی خبر بھی نہ تھی[2]، غرضکہ مسلمانون نے اس فن مین حیرت انگیز ترقی کی تھی، اور آج یورپ مین جو کچھ اکتشافات اس علم کے متعلق ہو رہے ہین وہ سب اہل اسلام کے تصدق مین ہین، بیلی اپنی کتاب "تاریخ علم الہیئت" مین لکھتا ہے:-

"یورپ مین قرون وسطیٰ مین احیاء علوم کی طرف جو پہلا قدم بڑھایا گیا وہ الفرغانی[3] کی کتاب "مبادیات علم نجوم" کا ترجمہ تھا۔"

یہ الحسن[4] کی کتاب (الفجر والشفق) کا طفیل ہے کہ کیپلر کو انعکاس کرۂ ہوائی کا علم ہوا اور یہ بہت ممکن معلوم ہوتا ہے کہ آئزک نیوٹن کا ولسنہارپ مین سیب گرنے پر قانون کشش ثقل کو دریافت کرنا بہ نسبت اسکے زیادہ تر اہل عرب ہی کا ممنون توجہ ہو کیونکہ محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے جو کچھ "حرکت اجرام سماوی" اور "قوت کشش" پر لکھا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ضرور موافقت عامہ (کشش ثقل) کے قانون عظیم سے بہت پیشتر واقف تھا[5]،

علم المناظر والمرایا

ڈاکٹر لیبان نے جہان اہل عرب کے علوم و فنون کا تذکرہ کرتے ہوئے انکی ایجادات واختراعات کی فہرست دی ہے ان مین سب سے اعلیٰ درجہ کی ایجاد یہ بتلائی ہے کہ

[1] کانفلکٹ صفحہ ۱۵۹-۱۵۸ [2] آئینۂ عرب صفحہ ۹۶ [3] محمد ابن کثیر الفرغانی کی ایک تصنیف "کتاب فی الحرکات السماویۃ وجوامع علم النجوم" ۱۶۶۹ء مین یعقوب غولیوس کے اہتمام سے مع لاطینی ترجمہ کے ہالینڈ مین طبع ہوئی (اکتفاء القنوع صفحہ ۲۴۲) [4] ابو علی محمد بن الحسن بن الہیثم البصری مسلمان علماے ہیئت و ریاضی کے طبقہ مین سب سے زیادہ مشہور و معروف ہے، ۳۵۴ھ مین بمقام بصرہ پیدا ہوا، اور ۴۳۰ھ مین بمقام قاہرہ وفات پائی، [5] ہسٹورینس ہسٹری جلد ۸ صفحہ ۲۷۹،

اُنھون نے علم المناظر مین اعلیٰ درجہ کی معلومات حاصل کین اور اسکے لئے باریک آلات جر ثقیل ایجاد کئے[1]، اور ایک جگہ ہیئت و نجوم کے مشہور عالم الحسن کی کتاب "المناظر" پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"بہت ہی عجیب الحسن کی کتاب المناظر ہے جسکا ترجمہ لاطینی اور اطالوی زبانون مین ہوا تھا اور جس سے کپلر نے اپنی کتاب مناظر مین بہت کچھ کام لیا ہے، اسمین نہایت محققانہ ابواب ہین، جنمین (۱) آئینون کے نقطۂ اجتماع الضوء (۲) اور اُن مین تماثیل کے ظاہری مقامات (۳) مسالۂ انعطاف شعاعی اور تماثیل کا ظاہر بڑا پن وغیرہ مسائل سے بحث کی ہے، اسی کتاب مین مسئلہ مندرجہ ذیل کو بھی جسکا حاصل کرنا درجہ چہارم کی مساوات پر موقوف تھا، اقلیدس سے حل کیا ہے وہ مسئلہ یہ ہے:- ایک مدور آئینہ مین نقطۂ انعکاس کو معلوم کرنا جبوقت کہ شئے منعکس اور آنکھ کا مقام معلوم ہو، موسیو شاسل جن سے بہتر اس امر مین رائے دینے والا کوئی شخص نہین ہے، الحسن کی کتاب کو یورپ کی کل معلومات علم مناظر کا ماخذ خیال کرتے ہین[2]"

سطور محولۂ بالا سے یہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اس فن مین جو تحقیقات ہوئین وہ تمامتر علماے اسلام کی دماغی کاوشون کا نتیجہ ہیتن، اگرچہ دراصل اسکے موجد ہونے کا فخر اہل یونان کو ہے لیکن جس صورت مین یہ فن اُنھون نے وضع کیا وہ بالکل سطحی اور معمولی تھا، اس فن مین اُنکی تصنیفات مین سے صرف اقلیدس کی ایک کتاب مسلمانون کو ہاتھ لگی ہے جسکا عربی مین "اختلاف المناظر" کے نام سے ترجمہ ہوا،

الجبر والمقابلہ

علم ریاضیات اہل یونان سے مسلمانون کو حاصل ہوا، اُنھون نے اس فن مین

[1] تمدن عرب صفحہ ۴۴۴ [2] ایضاً صفحہ ۴۳۴،

اہل یونان کی اکثر تصنیفات کا ترجمہ کر ڈالا، اور آج انہی ترجموں کی بدولت اہل یورپ کو علوم ریاضیہ حاصل ہوے، کرنیلوس فاندیک لکھتا ہے:-

خدم علماء ابناء العرب علم الریاضۃ	علماے عرب نے علم ریاضی کی بہت بڑی خدمت
خدمۃ کلیۃ ولولا لضاع کثیر من	انجام دی ورنہ اہل یونان کی بہت سی تصنیفات
مصنفات الیونان فی الریاضیات	علم ریاضیات ضایع ہوجاتین جو اصل یونانی
لانھا حفظت فی ترجمات عربیۃ بعد	تلف ہوجانے کے بعد عربی ترجموں کی وجہ سے
فقدان الاصل الیونانی"[1]	محفوظ رہ گیئن،

خود الجبرا (Algebra) کا لفظ شہادت دے رہا ہے کہ یہ عربی الاصل ہے اور اسلئے مسلمان ہی اسکے موجد کہے جاسکتے ہین، اگرچہ اصل مین ابرخس یا دیوفنطس اس علم کے واضع بتاے جاتے ہین، لیکن اہل عرب نے اسکی بہت کچھ اصلاح کرکے ایسے عمدہ قواعد واصول پر اسکو مبنی کردیا ہے کہ اب انہی کی طرف منسوب ہونے کے قابل ہوگیا ہے[2]،

مسلمانون مین سب سے پہلے اس علم پر جسکو اطلاع ہوئی وہ عہد مامون کا مشہور مترجم ابو جعفر محمد بن موسی الخوارزمی ہے[3]، اس فن مین اسکی کتاب الجبر والمقابلہ بہت مشہور ہے جو ۱۸۳۱ء مین علامہ رُوزن کے انگریزی ترجمہ کے ساتھ لندن مین چھپکر شایع ہوگئی ہے عیسائی مورخ جرجی زیدان کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ:-

"اہل یورپ نے اپنی آخری اور موجودہ ترقی مین جبر ومقابلہ بالکل عربی سے لیا[4]"

ڈاکٹر نوفل کی بھی یہی راے ہے[5]، لیبان کہتا ہے:-

---

[1] اکتفار القنوع بما ہو مطبوع صفحہ ۲۰، طبع الہلال مصر، [2] آئینہ عرب صفحہ ۳، ۶۱۳، [3] المتوفی ۲۴۵ھ بعض اسکو ابو عبد اللہ محمد بن موسی بن شاکر بتلاتے ہین، [4] علوم عرب صفحہ ۲۲۷، [5] زبدۃ الصحائف صفحہ ۲۰۲،

"عربون نے علوم ریاضیہ کو بہت رواج دیا، انھون نے جبر ومقابلہ مین بڑی ترقی کی بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ اس علم کے موجد عرب ہین[1]"

علم ہندسہ

علم ہندسہ کو جو ترقی مسلمانون نے دی وہ ضرور قابل لحاظ ہے، مسلمان اگرچہ درحقیقت اسکے موجد نہ تھے تاہم یورپ مین سب سے پہلے رقوم ہندسیہ کو روشناس کرنیوالے یہی تھے[2]، زالدیکی لکھتا ہے:-

"اہل عرب بڑے اعزاز کے مستحق ہین محض اسلئے کہ انہون نے ہندوؤن کے رقوم ہندسیہ کے طریقہ کو اختیار کیا اور اُسکو اہل یورپ کے ہاتھون مین پہنچایا، یہ تعجب خیز امر ہے کہ آخر الذکر نے کیون ان سخت غیر آسان رومی اعداد کا باربار استعمال اتنک جائز رکھا ہے[3]"

طب

فن طب مین بھی اہل اسلام کو یورپ کے استاد ہونے کا فخر بجا طور پر حاصل ہے اس فن مین جو ترقیان انھون نے کین، اور جو بیشمار ذخیرۂ کتب انکی مسلسل تحقیقات نے فراہم کردیا اسکو بیان کرنا ہمارے مقاصد سے باہر ہے، اسلئے ہم صرف یورپین مصنفین کے اقوال سے اس بات کو ثابت کرینگے کہ فن طب مین اہل اسلام کا اثر یورپ پر کہان تک پڑا ہے،

یورپ مین سب سے پہلا مدرسہ طبیہ سلرنو (جنوب اٹلی) کا مدرسہ تھا جو مسلمانون نے قائم کیا[4]، جس نے اٹلی اور یورپ مین فن طب کی تعلیم کو زندہ کیا[5]،

مارگولیتھ لکھتا ہے:-

---

[1] تمدن عرب صفحہ ۴۷۱، [2] آئینہ عرب صفحہ ۳، ۶۱۳، [3] مضمون احاطۂ تاریخ عرب مندرجہ ہسٹورینس ہسٹری جلد ۸ صفحہ ۲۰، [4] کانفلکٹ صفحہ ۱۱۵، [5] رومن امپائر از گبن صفحہ ۱۸۴ جلد ۵ (ایوری مین اڈیشن)

"مسلمانون کی طب کا اثر یورپ مین مدت دراز تک قائم رہا اور سترہوین صدی تک طب کے لئے عربی زبان کی تحصیل لازمی امر سمجھا جاتا تھا، اور سالرازی اور ابن سینا کی تصنیفات سے ابتک اہل یورپ آشنا ہین[1]"

فن جراحی کا مشہور عالم شیخ ابوالقاسم ابن عباس القرطبی الاندلسی الزہراوی، (المتوفی سنہ ۱۱۰۶ء) ہے جسکو اہل یورپ البقاسسس کہتے ہین، اس نے بہت سے آلات جراحی ایجاد کئے، جنکی تصاویر اسکی کتابون مین درج ہین، پتھری نکالنا جو اسوقت بالکل جدید عمل سمجھا جاتا ہے درصل اسی نامور کی ایجاد ہے[2]، اس مشہور شخص کی تصنیفات پندرہوین صدی مین یورپ مین پہنچین[3]، بقول ہالر ان کل جراحون کا جو چودہوین صدی کے بعد گذرے ہین، اسی کی تصنیفات پر دار و مدار تھا[4]۔ اسکی تصنیفات پہلے سنہ ۱۴۹۷ء مین لاطینی مین طبع ہوئین انکی اخیر طبع نہایت جدید ہے، جو سنہ ۱۸۶۱ء مین ہوئی[5]، اس سے قیاس ہوسکتا ہے کہ مسلمانون کی طب سے یورپ کہانتک فائدہ اٹھاتا رہا ہے، جسکے اثرات گو آج دھندلے پڑگئے ہین مگر تاریخ کی روشنی مین وہ اسی آب و تاب سے چمک رہے ہین۔

علم الکیمیا علم طب کے دوش بدوش کیمیا نے بھی اطباء اسلام کے ہاتھون مین نشوونما پائی، اگرچہ آج اس فن نے بیحد ترقی کرلی ہے پھر بھی جو جدید اکتشافات آجکل ہورہے ہین وہ وہی ہین جو کئی صدی پیشتر مسلمان کرچکے تھے، اُنھون نے مختلف قسم کے تیزاب نکالے،

[1] محمڈنزم صفحہ ۳۳۴، [2] تمدن عرب صفحہ ۱۵۴، [3] فن جراحی مین اُسکی ایک کتاب سنہ ۱۷۷۸ء مین آکسفورڈ مین لاطینی مین ترجمہ ہوئی ہے، (دائرۃ المعارف جلد ۲ صفحہ ۳۱۴) [4] تمدن عرب صفحہ ۴۵۱، [5] علوم عرب جرجی زیدان، [6] ایضاً " ۴۵۲،

نائٹرک ایسڈ، نائٹرو ہیڈروکلورک ایسڈ وغیرہ ایجاد کئے، غاز (گیس) کی خاصیتین دریافت کین، پوٹاس، امونیا، نائٹریٹ آف سلور، کلورائڈ آف مرکیوری، وغیرہ کیمیاوی مادے تیار کئے، سلفرک ایسڈ اور الکحل جیسی چیزین اختراع کین، اسلئے ڈاکٹر ڈریپر کا یہ کہنا کچھ مبالغہ نہین ہے کہ

"انہون نے تیزابون کی ایجاد اور سائنٹفک نقطۂ خیال سے علم کیمیا کی صحیح بنیاد ڈالی[1]"

مورخ گبن بھی اس بات کا قائل ہے کہ

علم کیمیا اپنے ارتقاء اور اصلیت کے لئے اہل عرب کی سعی و کوشش کا رہین منت ہے، انہون نے سب سے پہلے عمل تقطیر کے لئے قرع انبیق ایجاد کیا اور فطرت کے عوالم ثلاثہ (موالید ثلاثہ) کے مادون کا تجربہ کیا، الکحل اور تیزاب کے تناسبات اور امتیاز کو معلوم کیا، اور معدنیات سمیہ کو نہایت مفید ادویات مین تبدیل کردیا، مگر کیمیاے عربی کی سب سے پرشوق جستجو استحالۂ فلزات اور الاکسیر کے لئے تھی[2]-

اسلام مین جابر بن حیان جسکو یورپین مورخ گبر Geber[3] کہتے ہین سب سے پرانا کیمیائی (Chemiat) ہے جسکی متعدد کتابین لاطینی مین ترجمہ کی گئین، ان مین سے ایک کتاب مسمّی بہ نتائج التکمیل کا ترجمہ سنہ ۱۶۷۲ء مین فرنچ مین ہوا[4]، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب کتنے دنون تک یورپ مین مستند سمجھی گئی، فن کیمیا نے طب کو بہت مدد دی اور

[1] انٹلکچوئل ڈیولپمنٹ آف یورپ جلد اول صفحہ ۴۰۸، [2] رومن امپائر جلد ۵ صفحہ ۴۱۵، [3] ابو موسی جابر بن حیان بہت مشہور شخص ہے اسکا زمانہ سنہ ۷۶۵ء کا ہے کہتے ہین کہ اُسکی تصنیفات علم کیمیا مین ایک ہزار سے زاید ہین،

[4] تمدن عرب صفحہ ۴۳۶،

اسطرح اس طب[1] کیمیادی کی بنیاد مسلمانون کے ہاتھون سے پڑچکی تھی، جو آج یورپ کا سرمایۂ ناز سمجھی جاتی ہے، اور جو طب جدید کے نام سے ملقب ہے، کتب قرابادین جنمین مرکب ادویات کے بنانے کا طریقہ درج ہوتا ہے، خاص مسلمانون کی ایجاد ہے اور انہی سے یورپ نے اخذ کرکے فارما کوپیا نام رکھا، فن کیمیا سے مسلمانون نے صنعت و حرفت مین بھی کام لیا ہے[2]، مثلاً رنگون کی ترکیب، اخراج فلزات، فولاد بنانا، چمڑے کی دباغت وغیرہ،

بارود کی ایجاد

علم کیمیا کی سب سے بیش بہا ایجاد بارود ہے، اس اعلی درجہ کی ایجاد کو ناواقفیت سے اہل فرنگ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ خاص اسلامی ایجاد ہے، اسکی نسبت عیسائی مورخ جرجی زیدان لکھتا ہے،

"بارود اہل عرب کے یہان ایک مشہور چیز تھی اور وہ لوگ اس زمانہ سے نصف صدی قبل ہی اسکا استعمال اپنی لڑائیون مین کرتے رہے تھے، جس زمانہ مین کہ اہل فرنگ شوارٹس کو اسکا موجد بتاتے ہین، اور یہ بات بھی ہے کہ تیرہوین صدی عیسوی کے

[1] طب کیمیادی کے متعلق ایک نایاب و قدیم کتاب اسباغرایا ہے جسکو قلمی نسخہ پر سے ہمارے ایک غائبانہ مخدوم و محترم جناب مولوی حکیم سید محمد حسن صاحب ترمذی المنگلوری نے اردو مین مع شرح کے ترجمہ فرمایا ہے، جس سے طب کیمیادی مین مسلمانون کی سعی و کوشش کا اندازہ ہو سکتا ہے یہ کتاب درحقیقت حکیم براکلسوس کی تصنیف ہے (جسکے ذاتی حالات اور وطن تک کا صحیح حال معلوم نہین ہین) جسکا عربی ترجمہ کسی مسلمان عالم نے کیا ہے، براکلسوس یا پیراکلسوس مذکور بارہوین صدی عیسوی مین موجود تھا، اور راجر بیکن کا ہمعصر تھا، اسکی یہ تصنیف مسلمانون ہی کے فیض تعلیم کا نتیجہ ہے، کتاب کا ابھی پہلا حصہ شایع ہوا ہے، اور فاضل مترجم سے غالباً ہماری یہ استدعا بیجا نہو گی کہ حتی الامکان وہ دوسرے حصہ کا بھی بہت جلد ترجمہ کرکے ملک کو مستفید فرمائین گے، (اختر) [2] تمدن عرب صفحہ ۴۳۸،

آخر مین اہل عرب نے بارود بنانے کی ویسی ہی ترکیب بیان کی ہے جیسی کہ آجکل پائی جاتی ہے[1]"،

یورپین مورخ تو عدم واقفیت اور تعصب کی بنا پر ہر اس بات کا انکار ہی کر دیا کرتے ہین جسکو مسلمانون سے منسوب کرنا پڑے جیسا کہ طامس بکل نے کئی مورخین یورپ کے حوالے اسکو مشتبہ بنایا ہے[2]، اگر ان مین کئی متعصب ہونے کے باوجود بعض ایسے حق شناس بھی ہین جو یہ کہتے ہین:-

"اہل عرب حیرت انگیز مگر خوفناک ایجادات مین ابھی زیادہ مشغول نہونے پائے تھے کہ نہایت اہم نتائج ظہور پذیر ہونے شروع ہوئے، سائنٹفک نقطۂ خیال سے تیزابون کی ایجاد نے علم کیمیا کی صحیح بنیاد ڈالی اور سیاسی نقطۂ نظر سے بارود کی ایجاد نے دنیا مین انقلاب پیدا کر دیا[3]"،

مکینکس

"مکینکس اور مسلمان" اس موضوع پر علامہ شبلی نے ایک محققانہ مضمون لکھا ہے جو انکے رسائل مین شامل ہے، اسمین مختصر مگر محققانہ طور پر مسلمانون کے مکینکس مین آلات ایجاد کرنے اور اس فن مین انکی تصنیفات وغیرہ کا ذکر کافی طور پر کر دیا ہے، اسلئے یہان ہم صرف ڈاکٹر لیبان کے اس قول پر اکتفا کرتے ہین:-

عربون کو مکینکس کی اور خصوصاً عملی مکینکس کی بہت وقعت تھی اور وہ آلات جو انکے بنائے ہوئے آج بھی ہمکو مل سکتے ہین اور وہ واقعات جو انکے متعلق قدیم مورخون نے لکھے ہین ان سے عربون کی لیاقت کا ایک بلند خیال پیدا ہوتا ہے[4]"

[1] تمدن اسلام جلد اول صفحہ ۱۹۹ و ۲۰۰، [2] ہسٹری آف دی سویلزیشن آف یورپ جلد اول صفحہ ۲۰۳ کا نوٹ نمبر ۹۳ [3] انٹلکچول ڈیولپمنٹ صفحہ ۴۰۸ جلد اول، [4] تمدن عرب،

گھڑی کی ایجاد سب سے اعلی ایجاد جو اس فن مین مسلمانون نے کی وہ گھڑی ہے جو زمانۂ حال کے تمدن و معاشرت کا جزو لاینفک بنی ہوئی ہو اور جس کے بغیر دنیا کا کام بمشکل چل سکتا ہے اہل یورپ اور خصوصاً فرانسیسی مورخ تو اس بات کو تسلیم کرتے ہین کہ سب سے پہلی گھڑی جسکا علم اُنکے ملک مین ہوا وہ گھڑی تھی جو خلیفہ ہارون الرشید نے (۸۰۰ء مین) شارلیمین بادشاہ کو بھیجی تھی، اور اس زمانہ کے لحاظ سے ایسی عجیب و غریب چیز تھی جس نے شارلیمین کے درباریون کو حیرت مین ڈالدیا، اور وہ اُسکو سحر سمجھنے لگے[1]، یہ گھڑی اس صنعت سے بنائی گئی تھی، کہ اسمین بارہ چھوٹے چھوٹے دروازے رکھے گئے تھے، ہر گھنٹہ گذرنے کے بعد دروازہ کہلتا، اور اسمین سے گھنٹون کی تعداد کے مطابق تانبے کی گولیان ایک لوہے کی تہالی پر گر کر آواز دیتین اور اسوقت تک یہ دروازہ کہلا رہتا جب ان بارہ دروازون کا دورہ پورا ہوجاتا تو بارہ سوارون کی تصویرین دروازون سے نکل کر گھڑی کی سطح پر چکر لگاتین[2]، پنڈولم (رقاص) والی گھڑیان ایک عرصہ کے بعد ظہور مین آئین، ڈاکٹر نوفل لکھتا ہے کہ پوپ سلوسٹر ثانی نے جو جربرٹ کے نام سے مشہور تہا اور اندلس جاکر اُس نے مسلمانون کے علوم و فنون کی تحصیل کی تھی، یہ شخص ریاضیات اور جر ثقیل وغیرہ کا بڑا ماہر تہا اور یہی (پہلا شخص ہے جس نے مسلمانون سے سیکھ کر قوم ہندسیہ کو یورپ مین پہنچایا) پہلا شخص ہے جس نے پنڈولم والی گھڑی ایجاد کی[3]، مگر ڈاکٹر ڈریپر معترف ہے کہ سب سے پہلے یہی لوگ ہین جنھون نے پنڈولم کا ہم سے تعارف کرایا[4]۔

آلہ قطب نما یا "میرینرس کمپاس" کی ایجاد بھی عربی دماغ کی ممنون ہے، اسکا استعمال

[1] زبدۃ الصحائف فی اصول المعارف صفحہ ۶۹ [2] کشف المخباعن فنون الاوربا صفحہ ۲۱۸، مصنفہ احمد فارس آفندی، [3] زبدۃ الصحائف صفحہ ۷۲ [4] کانفلکٹ صفحہ ۱۱۶،

اہل عرب نے اگیارہوین صدی عیسوی کے آغاز مین کیا[1] کہا جاتا ہے کہ اسکے موجد اہل چین ہین مگر بقول لیبان اُسکا کوئی ایسا ثبوت نہین ملتا کہ اُنھون نے دریائی سفر مین اسکا استعمال کیا ہو، برخلاف اسکے اہل عرب بڑے جہاز ران تھے اور چین سے اسوقت انکے تعلقات قائم ہوچکے تھے جبکہ اہل یورپ کو اس ملک کے وجود تک کا علم نہ تہا وہ لوگ اُسکو سمت قبلہ درست کرنے کے لئے استعمال کرتے تھے، اور برّی و بحری دونون طرح کے سفر مین اس سے کام لیتے تھے[2]، ڈاکٹر لیبان اور موسیو سدیو نے بدلائل ثابت کیا ہے کہ اسکے موجد مسلمان تھے اور اُنھون نے ہی اُسکو اول یورپ مین پہنچایا[3]۔

صنعت کاغذسازی فن کاغذسازی کو رواج دیکر مسلمانون نے دنیا کو فی الواقع اپنا بہت بڑا احسانمند بنایا ہے جو بمقابلہ دیگر احسانات کے زیادہ وزنی ہے، اور اسطرح اشاعت علم کی وہ عظیم بالشان اور کارآمد خدمت انجام دی جسکی توقع مسلمانون کی علم پرست قوم سے ہوسکتی تھی، ازمنۂ وسطی مین اہل یورپ مدت تک صرف چمڑے پر لکھتے رہے جو اسقدر گران تہا کہ کتابون کی اشاعت نہوسکتی تھی اور چند روز مین وہ اسقدر نایاب ہوگیا کہ یونانی اور رومی راہبون نے بڑی بڑی قدیم تصنیفات کے حروف چھیل کر اُنکے صفحون پر اپنے مذہبی رسائل لکھنے شروع کئے، اور اگر مسلمان کاغذسازی کو رواج ندیتے تو یہ راہب کل قدیم تصنیفات کو جنکے وہ محافظ سمجھے جاتے تھے تلف کردیتے[4]۔ انہی مسلمانون کی بدولت نہ صرف انکی قدیم مذہبی کتابین محفوظ رہ گیئن بلکہ اشاعت علوم مین بھی معتدبہ ترقی ہوئی مشہور مورخ گبن کو اس امر کا اعتراف ہے کہ اسلامی ممالک مین سے کاغذسازی کی جنس بہا

[1] ہسٹورینس ہسٹری جلد ۸ صفحہ ۲۷۵ [2] تمدن عرب صفحہ ۴۴۴ [3] ایضاً صفحہ ۴۰۴ وخلاصۃ تاریخ العرب سدیو، [4] تمدن عرب صفحہ ۴۴۲،

صنعت یورپ مین پہنچی[1] موسیو سدیو لکھتا ہے :-

"سنہ ۷۵۱ء مین سمرقند و بخارا مین ریشم سے کاغذ بنائے جانے لگے تھے، اور سنہ [illegible]ء مین یوسف بن عمر نے ریشم کی بجائے روئی کا کاغذ ایجاد کیا، جو کاغذ "دمشقی" کے نام سے مشہور ہے، اور جسکا ذکر مورخین یونان نے بھی کیا ہے، اسپین مین پرانے کپڑون اور چیتھڑون سے کاغذ بنانے کے کارخانے عام طور پر قائم ہو گئے تھے، تیرہوین صدی عیسوی مین عربی کاغذ کا قسطلیہ مین رواج ہوا، اور وہان سے فرانس، اٹلی، انگلینڈ، جرمنی وغیرہ ممالک یورپ مین پہنچا[2]،

اسلامی علوم کی کتابون کے ترجمے یورپ کی زبانون مین[3] عربی سے یورپ کی زبانون مین سب سے پہلے تراجم بارہوین صدی کی ابتدا مین اُن یہودیون اور مسلمانون نے کئے جو مبدل بہ عیسائیت ہو چکے تھے، اُنکے بعد اہالی یورپ اس کام مین مشغول ہوے مثلاً گیررڈ (باشندہ کریمونا) البرٹس میگنس جو عربی لباس پہنا کرتا تھا، اور جو پیرس مین ابن سینا اور فارابی کی تصنیفات کے ذریعہ سے فلسفۂ ارسطو کا درس دیتا تھا اور مچل اسکاٹ جس نے طلیطلہ مین سنہ ۱۲۱۷ء مین عربی کی تحصیل کی،

تیرہوین صدی راجر بیکن، اور ریمانڈ ال (سنہ ۱۳۰۰ء) جنھون نے لوگون کو فلسفہ اور سائنس کے لئے مشرقی زبانون کی اہمیت جتائی،

چودہوین صدی (سنہ ۱۳۱۱ء - سنہ ۱۳۱۲ء) پوپ کلیمنٹ پنجم کی طرف سے روما، پیرس، بولونا، آکسفورڈ اور سالامانکا مین عبرانی اور عربی کی تعلیم کے لئے پروفیسر مقرر کئے گئے جنکی کلیسا

[1] رومن امپائر جلد ۵ حصۂ تاریخ اسلامی [2] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۸ صفحہ ۲۷۵،

[3] ماخوذ از لٹریری ہسٹری آف پرشیا از پروفیسر براؤن جلد اول صفحہ ۹۳ تا صفحہ ۱۰۱،

کی طرف سے سخت نگرانی ہونے لگی تاکہ کہین یہ تعلیم پابندئ مذہب عیسوی کے لئے مہلک اور خطرناک نہ ثابت ہو، ان پانچون تعلیمی مرکزون مین دو دو پروفیسر مقرر کئے گئے تھے، جن کو حکومت یا کلیسا کی طرف سے تنخواہین دی جاتی تھین، ان پروفیسرون کا کام یہ تھا کہ وہ عبرانی اور عربی زبان کی اعلیٰ تصانیف کا صحیح لاطینی مین ترجمہ کرتے اور طلبا کو ان زبانون مین گفتگو کرنے کی مہارت، مشنری اغراض کے لئے پیدا کراتے تھے،

سولہوین صدی، بہرحال یہ نہین معلوم ہوتا کہ ابتدا مین ان تجاویز کا کوئی کامیاب نتیجہ نکلا ہو، یا عربی زبان کی تعلیم مین معتدبہ ترقی ہوئی ہو، سنہ ۱۵۳۰ء مین "کالج ڈی فرانس" کی بنیاد فرانسیس پنجم نے ڈالی اگرچہ قبل ازین آرمِ جنڈ آف مانٹ پیلیر سنہ ۱۲۷۶ء مین ابن سینا اور ابن رشد کی کتابون کے بعض حصص کا لاطینی مین ترجمہ کر چکا تھا، مگر وہ نامور اسکالر اور سیاح گلامی پوسٹل (المتوفی سنہ ۱۵۸۱ء) سب سے پہلا فرنچ مستشرق کہلانے کا مستحق ہے جس نے عربی کے ٹائپ بنوائے، اور سنہ ۱۵۸۷ء مین ہنری سوم نے کالج ڈی فرانس مین عربی کی پروفیسری قایم کی اور چند سال کے بعد سبوریری ڈی بریوس جو، کہا جاتا ہے کہ، مشرقی ادب کا نہایت عمدہ مذاق رکھتا تھا، سفیر بنا کر قسطنطنیہ بھیجا گیا، اس کے مرنے کے بعد اس کے تمام مسودات عربی، فارسی، ترکی، شامی وغیرہ لوئی سیزدہم کے پاس لائے گئے اور "امپیری میری رائل" کے عظیم الشان شاہی کتبخانہ مین داخل کر دیئے گئے،

سترہوین صدی) یورپ مین عربی نیز دیگر السنۂ مشرقیہ کی تعلیم کی تکمیل یہ کہنا چاہیے کہ پندرھوین صدی مین ہوئی جس کے بعد بتدریج اس کی ترقی کی رفتار بہت دھیمی اور سست رہی، اس صدی مین پہلے سر طامس ایڈمز نے اور پھر اسقف لارڈ نے

دو جگہ یعنی کیمبرج مین ۱۶۳۲ء مین اور آکسفورڈ مین ۱۶۳۶ء مین عربی کی پروفیسرشپ قائم کی جن مین سے آخر الذکر جگہ مین ڈاکٹر پوکاک کا سا مشہور مستشرق، اور اول الذکر مین ابرھام وہیلکوک مقرر کئے گئے تھے،

اٹھارھوین صدی، ۱۷۹۵ء مین اراکین سلطنت فرانس نے السنۂ مشرقیہ (عربی، فارسی، ترکی) کی تعلیم کے لئے ایک درسگاہ قائم کی اس کے بعد سے بلاد یورپ مین جتنے مشرقی مدارس قایم کئے گئے وہ اسی طرز پر تھے، یہ درسگاہ زیادہ تر دو آدمیون کی سعی و کوشش سے قایم ہوئی جن مین سے ایک مشہور مستشرق سلوسٹر ڈی ساسی اور دوسرا لوئی گلے (۱۷۶۳ء-۱۸۴۴ء) ہی جو ہندوستانی السنہ کا پروفیسر تھا، اٹھارھوین صدی کے اخیر مین جن اسباب سے علوم مشرقیہ کی زیادہ اشاعت ہوئی ان مین سب سے بڑا سبب ایشیاٹک سوسائٹیان ہین، سب سے پہلی ایشیاٹک سوسائٹی ۱۷۷۸ء مین شہر بٹویا (جزائر ہند مقبوضۂ ہالینڈ) مین قائم ہوئی، اس کے بعد اسی طرح کی دوسری سوسائٹی ولیم جانس (۱۷۴۶ء-۱۷۹۵ء) نے جنرل ایشیاٹک سوسائٹی کے نام سے کلکتہ مین قائم کی، اس سوسائٹی کے نمونہ پر ہندوستان مین دوسری ایشیاٹک سوسائٹیان قائم ہوئین، جن مین سب سے زیادہ مشہور ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ہی جو ۱۷۸۴ء مین قائم ہوئی،

فہرست تراجم و مترجمین، عربی زبان سے جن کتابون کا ترجمہ اہل یورپ نے کیا وہ عموماً لاطینی مین ہوا، اور مترجمین نے جن کتابون کے ترجمے کئے ان کی تعداد تقریباً تین سو

[1] ماخوذ از آداب العربیۃ فی القرن التاسع عشر للویس شیخو طبع بیروت جلد اول، [2] ماخوذ از رسائل المؤید والھلال، المقتطف، القنوع، سیاحۃ المعارف، وغیرہ،

ہی جن کی تفصیل حسب ذیل ہی:-

علم	تعداد
فلسفہ و طبعیات	۹۰
ریاضی و نجوم	۷۰
طب	۹۰
کیمیا و علم الاجسام	۴۰
	۲۹۰

یہ ترجمہ شدہ کتابین دو قسم کی ہین:-

(۱) وہ کتابین جن کو خود مسلمانون نے یونانی زبان سے ترجمہ کیا تھا، اہل یورپ نے ان کتابون کو عربی ہی سے ترجمہ کیا مگر وہ اصل مصنفین کی طرف منسوب کردی گئین،

(۲) وہ کتابین جن کو ان علوم مین مہارت پیدا کرنے کے بعد خود علماے اسلام نے تصنیف کیا تھا،

یہان ہم اُن مصنفین کی ایک فہرست درج کرتے ہین جن کی تصنیفات کا ترجمہ یورپ کی زبانون مین ہوا،

نمبر شمار	نام مصنف	کیفیت
	ابو الحسن علی ابن راجل	اسکی تصنیفات زیادہ تر علم الفلک مین تھین آلات رصدیہ پر اسکی ایک کتاب کا ترجمہ پروفیسر سدیو نے ۲ جلدون مین ۱۸۳۵ء مین پیرس سے شایع کیا،
۲	ابو الوفا البوزجانی	علم ہیئت کا بڑا ماہر تھا، سدیو ند کو رنے اسکی

تقریبًا تمام تصنیفات کا ترجمہ کیا جو ۱۸۴۷ء مین پیرس سے شایع ہوئین،

۳ یعقوب کندی

مشہور فیلسوف جس کی بدولت عرب پر سے یہ الزام اٹھ گیا کہ ابتک نسل عرب سے کوئی شخص غیر زبانونکا ماہر یا حکیم وفلاسفر نہین ہوا، اسکی ایک طبی تصنیف کا لاطینی مین ترجمہ ہوا اور ۱۵۳۱ء اور ۱۶۰۳ء کے مابین کئی بار شایع ہوا،

۴ موسیٰ خوارزمی

جبر ومقابلہ مین اس نے ایک رسالہ لکھا تھا جس کا ترجمہ علامہ روزن نے ۱۸۳۱ء مین انگریزی مین کیا، اس سے بیشتر بارھوین صدی مین رودولف دی بروج نے اس کا ترجمہ لاطینی مین کیا تھا،

۵ ابو الحسن الفرغانی

اس نے علم الفلک مین ایک کتاب لکھی تھی جسکے لاطینی مین تین ترجمے ہوئے، ایک ترجمہ یوحنا اشبیلی نے بارھوین صدی عیسوی مین کیا جو ۱۴۹۳ء مین فرارہ سے شایع ہوا،

۶ ابونصر فارابی

اسکی تصنیفات کا عبرانی مین ترجمہ ہوا لیکن وہ شائع نہین ہوئین،

۷ ابن رشد

اس کی اکثر تصانیف کے، جو طب، فلسفہ، ہیئت وغیرہ مین تھین، لاطینی مین ترجمے ہوئے اور ۱۵۵۲ء مین

یہ مختلف نامون سے شایع کئے گئے،

۸ ابن سینا

قانون کا ترجمہ لاطینی مین ہوا اور بار بار چھپا، پہلی اشاعت ۱۴۷۳ء مین ہوئی اور اسکی تصنیفات کی شرحین اٹھاروین صدی کے آخر تک شایع ہوا کین،

۹ جابر ابن حیان

فن کیمیا کا زبردست عالم پیرس کی پبلک لائبریری مین، لاطینی زبان مین اس کی چھ کتابین موجود ہین اسکی اکثر کتابین طبع ہوئین، سب سے پہلے اسکی تصنیفات ۱۴۹۰ء مین چھاپی گئین، اسکے بعد ۱۶۷۲ء مین لاطینی سے فرنچ مین انکا ترجمہ ہوا اسکی کتابون کے انگریزی ترجمے ہوئے اور ۱۶۷۸ء مین طبع ہوئے،

۱۰ جابر فلکی

ہیئت مین اسکی ایک تصنیف تھی جس کا ترجمہ لاطینی مین ہوا،

۱۱ ابن عباس الزہراوی

طب اور سرجری مین علامۂ دہر تھا اسکی ایک کتاب طب نظری وعملی مین مسمی بہ التصریف لمن عجز عن التالیف ہے، اس مین فن "جراحت" کے متعلق جو حصہ ہے اسکا ترجمہ عبرانی مین معہ ترجمہ لاطینی کے ۲ جلد مین اکسفورڈ سے علامہ تشاننغ نے

		چھاپا، اور پوری کتاب کا ترجمہ لاطینی مین ہو کر ۱۵۱۹ء مین اوغسبورغ سے شائع ہوا،
۱۲	الحسن ابن الہیثم	ریاضیات کا بڑا عالم تھا، اسکی کتابون کا لاطینی مین ترجمہ ہوا اور وہ ۱۵۷۲ء مین شائع ہوئین، ہندسہ مین اسکی ایک تصنیف کا خلاصہ موسیو سیدیو نے چھاپا ہی، علم مناظر مین اسکی کتاب جو سات جلدون مین ہی اسکا ترجمہ لاطینی مین ہوا اور بازل سے شائع ہوا،
۱۳	ابن العوام اندلسی	علم نباتات کا ماہر تھا، فن زراعت پر اسکی ایک کتاب تھی جس کا ترجمہ فرنچ زبان مین موسیو کلیمان نے کروایا اور ۱۸۶۶ء مین چھاپا،
۱۴	ابو ذکریا محمد ابن محمود القزوینی	جغرافیہ اور نیچرل ہسٹری (تاریخ طبعی) کا بڑا ماہر تھا، اس کی مشہور تصنیف عجائب المخلوقات کا فرنچ زبان مین ترجمہ ہوا اور ۱۸۰۵ء مین پیرس سے شائع ہوا، اور لاطینی ترجمہ معہ لاطینی شروح کے ۱۸۵۹ء مین لیپزیگ سے ولیم فولک کے اعتنا سے شایع ہوا،
۱۵	ابن البیطار	علم نباتات مین اسکی ایک کتاب "الجامع المفردات لادویۃ والاغذیۃ" کا ترجمہ ڈاکٹر لکرک نے

	دو جلدون مین کیا جو ۱۸۷۷ء مین پیرس سے شایع ہوا،
ابن یونس	علم ہیئت مین اس کی مشہور تصنیف "کتاب الزیج الکبیر الحاکمی" کا ترجمہ علامہ کوسان دی برسفال نے ۱۸۰۴ء مین مع اصل متن کے ۴ جلدون مین پیرس سے شایع کیا،
نصیر الدین طوسی	ہیئت مین اس نے ہلاکو کے حکم سے ایک زیج مرتب کی تھی جو "زیج ایلخانی" کے نام سے مشہور ہی، اسکا خلاصہ لاطینی مین ۱۶۵۰ء مین شایع ہوا، اور بیشتر ۱۶۵۲ء مین بھی چھپا تھا،
الوغ بیگ	امیر تیمور کا پوتا، بڑا ریاضی دان تھا، اسکی تصنیف سے "زیج سلطانی" ہی، لاطینی مین اسکا ترجمہ ہوا، یہ کتاب ۱۶۶۵ء مین آکسفورڈ سے اور ۱۶۵۰ء مین لندن سے شائع ہوئی،
ذکریا رازی	مشہور طبیب، اسکی تصنیفات کی تعداد تقریبًا ۲۲۶ ہی، اس کی اہم کتابون کا ترجمہ لاطینی مین ہوا اور ۱۴۸۶ء مین شائع کی گئین، جدری (چیچک) پر اس کے ایک رسالہ کا ترجمہ لاطینی زبان مین ۱۷۴۷ء اور ۱۷۶۶ء مین چھپا اور اسکے ترجمے یورپ کی اکثر زبانون مین ہوئے،

۲۰ **ابن طفیل اندلسی** — ہیئت و فلسفہ کا بڑا عالم تھا، فلسفہ مین اس کی مشہور کتاب حی بن یقظان کا ترجمہ لاطینی مین ڈاکٹر پوکاک نے ۱۶۷۱ء اور ۱۷۰۰ء مین آکسفورڈ سے مع اصل متن کے شایع کیا،

۲۱ **ابو الحسن بہمنیار** — فلسفۂ ارسطو کا ماہر اور ابن سینا کا شاگرد، عقلیات مین اس کے دو مقالے جرمنی مین مع اصل متن اور شروح کے لیپزگ مین ۱۸۵۱ء مین ڈاکٹر سلیمان بوبر نے شایع کئے،

۲۲ **یحیٰی بن جزلہ** — فن طب کی اس کی ایک کتاب "تقویم الابدان فی تدبیر الانسان" کا ترجمہ فرنچ مین ۱۵۳۲ء مین استراسبورغ سے شائع ہوا،

۲۳ **ابو مروان ابن زہر اندلسی** — معالجات طب مین اس کی ایک کتاب التیسیر فی المداواۃ والتدبیر کا لاطینی ترجمہ ۱۴۹۰ء مین بندقیہ سے اور ۱۵۳۱ء مین لیون سے شایع ہوا، حمیات مین اس کے دو رسالون کے ترجمے ۱۵۷۰ء مین لاطینی زبان مین بندقیہ سے شایع ہوئے، جو اطباء یورپ کے نزدیک اب تک مستند و معتبر سمجھے جاتے ہین،

یہان ہم مصنفین کے ساتھ ان کی تمام تصنیفات کی ایک مفصل فہرست دینا مناسب سمجھتے ہین، جن کا ترجمہ یورپ کی متعدد زبانون مین ہوا، اگرچہ یہ فہرست مکمل نہین کہی جا سکتی تاہم اس سے یہ اندازہ کرنے کا موقعہ ملیگا کہ یورپ تمام علوم و فنون مین مصنفین اسلام کا کس قدر زیر بار احسان ہی،

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مترجم
۱	السمع والبصر	یعقوب کندی	گریمونی
	الغایة	"	"
۳	الاحکام	"	"
	التوحید	"	"
۵	الاسباب المختلفہ	"	نامعلوم
	مستقبل المعرفة	"	"
	اقراباذین فی ترکیب الادویہ	"	"
	الامطار والریاح	"	"
	خصائص العناصر	فارابی	"
	السمع الطبیعی	"	گریمونی
	المنطق	"	"
	العلوم	"	"
	مطلع العلم	"	گندیسالفی
	اقسام الفلسفہ	"	"

نمبر	کتاب	مصنف	مترجم
۱۵	العقل والمعقول	فارابی	نامعلوم
۱۶	الکیمیاء	"	"
۱۷	الحاوی	زکریا رازی	فراغوث
۱۸	المنصوری	"	گریمونی
۱۹	الضوء	"	"
۲۰	الاقسام	"	"
۲۱	المدخل فی الطب	"	"
۲۲	الاغذیہ	"	"
۲۳	علل المفاصل	"	نامعلوم
۲۴	امراض الجلد	"	"
۲۵	التریاق	"	"
۲۶	الجدری والحصبہ	"	"
۲۷	شرح الرسائل فی اسرار الحکمۃ المشرقیہ	ابن سینا	علامہ عبرن
۲۸	القانون	"	گریمونی
۲۹	قلب الانسان	"	فیلنوف
۳۰	الارجوزۃ فی الطب	"	ارمنکو
۳۱	شرحہا	"	"
۳۲	الشراب	"	الپاغوس
۳۳	النفس	"	اشبیلی

نمبر	کتاب	مصنف	مترجم
۳۴	مابعد الطبیعہ	ابن سینا	گونڈیسالفی
۳۵	الطبیعیات	"	"
۳۶	السماء والعالم	"	"
۳۷	مختصر الحیوان	"	اسکاٹ
۳۸	التعریفات	"	نامعلوم
۳۹	الکیمیاء	"	"
۴۰	الحجر الفلسفی	"	"
۴۱	الحدود	"	"
۴۲	المنطق	"	"
۴۳	الفلسفۃ الاولی	"	"
۴۴	الکلیات فی الطب	ابن رشد	ارمنکو
۴۵	رسالۃ توحید والفلسفۃ	"	مولر
۴۶	الادویۃ المفردہ	"	باین
۴۷	التریاق	"	نامعلوم
۴۸	السموم	"	"
۴۹	شرح السماء والعالم	"	اسکاٹ
۵۰	شرح النفس	"	"
۵۱	القوی الطبیعیہ	"	"
۵۲	الراجم	"	"

۵۳	احکام النجوم	ماشاء اللہ	اشبیلی
۵۴	احکام القرانات والممازجات	″	″
۵۵	الاسطرلاب	″	نامعلوم
۵۶	الدائرہ	″	گریمونی
۵۷	الجراحۃ	زہراوی	″
۵۸	الرق	″	سمعان الجنوی
۵۹	النظر والعمل	″	نامعلوم
۶۰	التصریف فی الجراحۃ	″	تشانغ
۶۱	الملکی	علی بن عباس	قسطنطین
۶۲	تقویم الابدان	ابن جزلہ	فراغوث
۶۳	التیسیر فی المداواۃ والتدبیر	ابن زہر	تیافیلونش
۶۴	الطبیعۃ وماوراءہا	الغزالی	گوندیسالفی
۶۵	میزان العمل	″	مانسیوگول دنتال
۶۶	مقاصد الفلاسفہ	″	گوندی سالیفی
۶۷	الزیج	خوارزمی	ادیارالباطی
۶۸	المدخل	″	″
۶۹	الجبر	″	گریمونی
۷۰	الہندسہ	اولاد شاکر	
۷۱	الالفاظ الادویہ	نورالدین محمد عبداللہ جراحی	فرانسیس گلاڈوین

۷۲	رصود البتانی	محمد بن جابر البتانی	نامعلوم
۷۳	الجبر	ابوکامل شجاع	گریمونی
۷۴	الاسطرلاب	ابن صفار	نامعلوم
۷۵	المثلثات الکرویہ	جابر بن افلح	″
۷۶	زیج الکبیر الحاکمی	ابن یونس	کوسان دی پرسفال
۷۷	قانون المسعودی	البیرونی	سخاؤ
۷۸	اسرار الحکمۃ المشرقیہ	ابن طفیل	پوکاک
۷۹	المدخل فی النجوم	القبیصی	اشبیلی
۸۰	الانواء	ابن العوام	گریمونی
۸۱	کتاب الفلاحۃ	″	موسیو کلیمان مولیہ
۸۲	الزیج	زرقانی	گریمونی
۸۳	السموم	المیمونی	المسینی
۸۴	النجوم	الفرغانی	گریمونی واشبیلی
۸۵	زہر النجوم	البلخی	اشبیلی
۸۶	الاختیار	″	نامعلوم
۸۷	الرصد	″	″
۸۸	کتاب فی العدد وآلات الرصد	ابوالحسن علی بن راجل	سڈیو
۸۹	الفجر والشفق	ابن ہیثم	گریمونی
	وغیرہ	وغیرہ	

یورپ ہمارے احسانات کو چھپانے کی کوشش کرتا ہی

یہ عجیب بات ہی کہ یورپ اہل اسلام کے ان بیش بہا احسانات کو چھپانے کی کوشش کرتا ہی مگر جو باتین کہ روز روشن کی طرح اہل بینش پر آشکارا ہین وہ چھپائے سے کہین چھپ سکتی ہین؟ ایک امریکن مصنف اِس احسان فراموشی کے متعلق افسوس ظاہر کرتا ہے کہ:—

"جس طریقہ سے یورپ کے لٹریچر نے مسلمانون کے سائینٹفک، علمی و ادبی احسانات کو پس پشت ڈالدینے کی کوشش کی ہی اسپر مجھے سخت افسوس ہوتا ہی، مگر یقیناً وہ بہت دیر تک چھپ نہین سکتا، وہ ناانصافی جو مذہبی بغض و عناد اور قومی افتخار پر مبنی ہوتی ہی، اسکو ہمیشہ قیام نہین ہوتا"۔

"یورپ کے عیسائی مصنفین نے ہر سبجکٹ پر قلم اُٹھاتے وقت خواہ اوسکا موضوع تاریخ ہو یا مذہب، یا سائنس، جب اپنے فتحمند مخالفین کا ذکر کیا ہی تو اسی طرح زہر اگلا ہے اُن کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ جس چیز مین وہ کوئی منقصت کا پہلو نہ نکال سکین اُسے چھپائین اور جس چیز کو چھپا نہ سکین اسکی تنقیص کرین[1]"، گاڈفری ہگنس لکھتا ہی:—

"مین بخوبی جانتا ہون کہ عیسائی لوگ مسلمانون، اون کے مذہب، اور ہر اُس چیز کو جو اُن سے تعلق رکھتی ہو سخت حقارت و نفرت سے دیکھتے ہین، مگر تحقیق کرنے سے انکو معلوم ہو جائیگا کہ یہی مسلمان بانئے مذہب کی بنیاد پڑتے ہی روئے زمین پر ایسی فیاض اور روشنضمیر قوم بنگئے تھے کہ ہم بہ نسبت قدما کے مفید علوم کی اشاعت کے لئے ان کے بہت ممنون ہین[2]"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مگر یاد رکھنا چاہئے کہ اس فہرست مین ہم نے اُن یہودی، نصرانی وغیرہ غیر مسلم لوگون کی تصانیف کو قلم انداز کیا ہی جنھون نے خود علماء اسلام ہی سے تحصیل و استفادہ کرکے اپنی کتابین لکھی تھین،

[1] کانفلکٹ صفحہ ۹۲، [2] اپالوجی فور دی لائف اینڈ کیرکٹر آف محمد صفحہ ۵۵ لندن سنہ ۱۸۲۹ء،

خاتمہ

دنیا بدلتی رہتی ہی، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ہر چیز بدل جاتی ہی، یہ قدرت کا اٹل قانون ہی، اگر آیندہ کوئی مورخ مسلمانون کی موجودہ حالت کا معائنہ کرنے کے بعد یہ کہے کہ یورپ کسی بات مین ان کا گران بار احسان نہین ہی تو اوس کی یہ بہت بڑی غلطی ہوگی ہمارے حال کو ماضی سے مطابق کرنا، اور پھر اوس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یورپ اپنے تمدن و تہذیب کے لئے اہل اسلام کا رہین منت نہین ہی، ایک متعجلانہ اور بعید از غور و فکر کام ہی، اقوام یورپ کی ترقی یافتہ زندگی کے کسی شعبۂ عمل کی جانچ کرو تم کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ وہ اُنہی مسلمانون سے ماخوذ ہے، جو نفرت و حقارت سے دیکھے جاتے ہین" حاشا ہم مسلمانون کو یورپ کے تمام علوم و فنون کو ترقی دینے پر کسی قسم کا رشک و حسد نہین ہی، لیکن اتنا ضرور کہینگے کہ ان کا سنگ بنیاد نصب کرنے والے ہمین تھے،

عالم زنا تہی وز افغان ما پُر است | شد عندلیب خاک و چمن از نوا پُر است

فتاوی ابن تیمیہ

(۲)

قمع بدعات ومنکرات

مذہبی امور مین افراط وتفریط اور غلو ہمیشہ بدعتون کا سرچشمہ رہا ہے، دنیا کے عظیم الشان مذاہب یہودیت اور مسیحیت کی تاریخ پیش نظر رکھو تو معلوم ہو کہ ان مین کیونکر بدعتین پیدا ہوئین؟ اور اگرچہ وہ ابتدا مین بہت معمولی درجہ کی چیزین نظر آتی تھین، لیکن آہستہ آہستہ نہایت غیر محسوس طریقہ پر وہی حقیر چیزین اصول وتعلیمات مذہب کے مسخ وتغیر اور اسطرح مقلدین مذہب کی گمراہی کا ذریعہ بنگئین، گذشتہ اُمتون نے صحیح مذہبی تعلیم کی اپنے مقاصد وخیالات کے مطابق ایسی تاویل وتفسیر کی جو تعلیم مذہب کی اصلی روح کے بالکل خلاف تھی اور یہی تاویل وتفسیر رفتہ رفتہ اُنکی مذہبی کتابون کا جزو بنگئی، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر انکا اصلی مذہب مسخ ہو کر رہ گیا، اسلام اصولی حیثیت سے اگرچہ اس قسم کی خرابیون سے محفوظ رہا، لیکن بعض فروع مین وہ بھی اس اثر سے غیر متاثر نرہا، اُسکی الہامی کتاب قرآن مجید ہر طرح کے خلط ووضع سے محفوظ رہی، لیکن احادیث کا کثیر حصہ اس سے متاثر ہوا، مسلمانون مین جتنی بدعتین یا جسقدر مشرکانہ خیالات پیدا ہو گئے ہین وہ بہت گوناگون اور متنوع ہین،

علامہ ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی مین ان مین سے اکثر بدعتون پر بہت کچھ لکھا ہے، یہان پر انکی تفصیل کی بالکل گنجائش نہین اسلئے چند خاص قسم کی مثالین پیش کیجاتی ہین۔

قبرون پر چراغ جلانا اور کلام مجید رکھنا

یہود ونصاری مین اُنکی گمراہی کی بدولت یہ تخیل پیدا ہو گیا تھا کہ صلحائ وانبیا کے مقبرے مقدس، متبرک اور حصول مقصد وقبول دعا کی جگہ ہین

اسلئے وہ ان مقامات کی متعبدانہ زیارت کرتے تھے، وہان نمازین پڑھتے تھے، اُنکی تزئین وآرائش کرتے تھے اور وہان چراغ جلاتے تھے، مسلمان جو انہی قومون کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے آہستہ آہستہ یہ خیالات ان مین بھی پیدا ہو گئے، علامہ ابن تیمیہ نے متعدد سوالات کے جواب مین اس مسئلہ اور اسی قسم کے دوسرے مسائل پر بہت تفصیلی بحث کی ہے، اور بہت سے نکات ودقائق بیان کئے ہین، افسوس ہے کہ ان کا احاطہ کرنا اس موقع پر ذرا مشکل ہے، اسلئے ہمکو صرف اُنکے بنیادی مباحث کے لکھدینے پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔

علامہ نے ایک سوال کے جواب مین لکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے قبرون پر چراغ جلانے سے نہایت واضح الفاظ مین منع فرمایا ہے بلکہ ایسا کرنے والے پر لعنت الٰہی کی تصریح کی ہے،

قال النبی صلعم لعن اللہ زوارات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج، — نبی صلعم نے فرمایا، اللہ تعالی نے قبر کی زیارت کرنے والی عورتون اور انکو مسجد بنانیوالون اور ان پر چراغ جلانیوالون (مرد ہون یا عورت) پر لعنت کی ہے،

نیز قبرون پر تلاوت کے لئے قرآن مجید رکھنا مکروہ ترین بدعت ہے، سلف صالحین نے کبھی ایسا نہین کیا، اور ایسا کرنا قبرون کو مساجد بنا لینے مین داخل ہے، جسکے متعلق رسول اللہ صلعم سے ان الفاظ مین نہی وممانعت ثابت ہے،

لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد۔ — اللہ تعالےٰ نے یہود ونصاری پر اسلئے لعنت کی کہ انھون نے اپنے انبیا کی قبرون کو مسجد بنا لیا۔

متعدد روایات مین یہ یا اُنکے قریب قریب ہم معنی الفاظ ہین،

ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور — تم سے پہلے جو لوگ تھے اُنھون نے قبرون کو مسجد بنا لیا تھا

مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد فانی انہاکم عن ذلک،

خبردار تم کبھی قبرونکو مسجدین نہ بنانا اسلئے کہ مین تمکو اس سے منع کرتا ہون۔

سفر زیارت قبور وقصر صلوٰۃ زیارت قبور انبیا، وصلحا کے سفر مین قصر وصلوٰۃ کی نسبت اختلاف علما متقدمین مثلاً ابوعبداللہ بن لبطہ، اور ابوالوفا ابن عقیل وغیرہ جو سفر معصیت مین قصر کو جائز نہین رکہتے وہ سفر زیارت قبور مین بھی قصر جائز نہین رکہتے کیونکہ اس قسم کا سفر شرعاً منہی عنہ ہے، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے کہ سفر ممنوع فی الشریعۃ مین قصر صلوٰۃ جائز نہین، دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ سفر حرام مین بھی نماز کا قصر کرنا جائز ہے مثلاً امام ابوحنیفہ رح کا یہی خیال ہے، متاخرین علما شوافع وحنابلہ مثلاً امام ابوحامد غزالی، ابوالحسن بن عبدوس الحرانی اور ابومحمد بن قدامہ مقدسی کا بھی یہی خیال ہے کیونکہ انکے نزدیک نفس زیارت قبور کے لئے سفر کرنا جائز ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مطلقاً فرمایا ہے فزوروا القبور (قبرون کی زیارت کرو)

بعض وہ لوگ جنکو احادیث مین درک ومعرفت نہین ہے ان حدیثون سے بھی استدلال کرتے ہین جو خود رسول اللہ صلعم کی قبر کی زیارت کے متعلق روایت کیجاتی ہین مثلاً

من حج ولم یزرنی فقد جفانی۔

جس نے حج کیا اور میری زیارت نہین کی اس نے مجھپر ظلم کیا۔

من زارنی وزار ابی فضمنت لہ علی اللہ الجنۃ،

جس نے میری اور میرے والد کی زیارت کی اسکے لئے اللہ تعالے جنت کا ذمہ دار ہوگیا۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ سب ضعیف وغیر ثابت بلکہ موضوع روایتین ہین اور

ان تمام روایتون کو ارباب سنن معتمدہ مین سے کسی نے بھی روایت نہین کیا اور ائمہ فن مین سے کسی نے بھی ان سے استدلال نہین کیا، حضرت امام مالک رح جو مدینۃ النبی کے امام وقت اور اعلم الناس بالحدیث تھے وہ لوگون کا یہ کہنا بھی گوارا نہین کرتے تھے کہ زرت قبر النبی صلعم (مین نے نبی صلعم کی قبر کی زیارت کی)،

اسی طرح امام احمد رض جو اپنے زمانہ کے اعلم الناس بالسنہ تھے ان سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انکے پاس حضرت ابوہریرہ کی اس روایت کے سوا کوئی دوسری قابل اعتماد روایت نہ تھی،

ان النبی صلعم قال ما من رجل یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتے ارد علیہ السلام، ......

نبی صلعم نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہین جو مجھپر سلام بھیجتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالے اتنی دیر کے لئے میری روح لوٹا دیتا ہے کہ مین اسکے سلام کا جواب دیدون۔

اور اسی روایت پر ابوداؤد نے اپنی کتاب سنن مین اور امام مالک نے موطا مین اعتماد ظاہر کیا ہے، اب علامہ ابن تیمیہ اسکی تائید مزید مین اپنی عادت کے موافق اور دوسری حدیثین جمع کر دیتے ہین، مثلاً

روی عن عبد اللہ بن عمر انہ کان اذا دخل المسجد قال السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابابکر، السلام علیک یا ابت ثم ینصرف،

حضرت عبد اللہ بن عمر جب مسجد مین داخل ہوتے تھے تو کہتے تھے السلام علیک اے رسول اللہ السلام علیک اے ابوبکر اور السلام علیک اے میرے باپ، پھر لوٹ آتے تھے،

وفی سنن ابی داؤد عن النبی صلعم

نبی صلعم نے فرمایا میری قبر کو میلا نہ بنالو

قال لاتتخذوا قبری عیداً وصلوا علی اینما
کنتم فان صلاتکم تبلغنی،

اور تم جہان کہیں بھی ہو مجھپر درود بھیجو کیونکہ تمہارا
درود مجھ تک پہنچتا ہے۔

وفی سنن سعید ابن منصور ان عبد اللہ
بن حسن بن حسین بن علی بن ابی طالب
رای رجلا یختلف الی قبر النبی صلعم و
ویدعو عندہ فقال یا ھذا
ان رسول اللہ صلعم قال لا تتخذوا
قبری عیدا وصلوا علی اینما کنتم فان
صلاتکم تبلغنی، فما انت ورجل بالاندلس
منہ الا سواء

سنن سعید ابن منصور مین ہے کہ عبد اللہ بن حسن
نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نبی صلعم کی قبر کے نزدیک
آتا اور جاتا اور وہان دعا کرتا ہے، حضرت عبد اللہ
نے کہا اے شخص رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے
میری قبر کو میلا نہ بناؤ، بلکہ تم جہان کہین
بھی ہو مجھپر درود وسلام بھیجو کیونکہ تمہارا درود و
سلام مجھ تک پہنچتا ہے، پس اسلئے تم اور وہ
شخص جو اندلس مین رہکر ایسا کرتا ہے برابر ہو۔

وفی الصحیحین عن عائشۃ عن النبی صلعم
انہ قال فی مرض موتہ لعن اللہ
الیھود والنصاری اتخذوا قبور
انبیائھم مساجد، یحذر ما فعلوا
قالت عائشۃ ولولا ذلک لابرز قبرہ
ولکن کرہ ان یتخذ مسجدا فھم
دفنوہ فی حجرۃ عائشۃ بخلاف
ما اعتادوہ من الدفن
فی الصحراء لئلا یصلی احد

صحیحین مین حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلعم نے مرض موت مین فرمایا کہ اللہ تعالی
نے یہود و نصاری پر اسلئے لعنت بھیجی کہ انہون نے
اپنے نبیون کی قبرونکو مسجد بنالیا تھا، جو کچھ وہ
کرتے تھے اس سے بچا جائے" حضرت عائشہ
فرماتی ہین کہ اگر یہ نہ ہوتا تو آپکی قبر ظاہر کیجاتی
لیکن یہ مکروہ سمجھا گیا کہ وہ مسجد بنالیجائے اسی
لئے صحابہ کرام نے حضرت عائشہ کے حجرہ
مین اپنی اس عادت کے خلاف کہ وہ اپنے

علی قبرہ ویتخذہ مسجدا
افیتخذ قبرہ وثنا ... ...
... ...

موتی کو صحرا مین دفن کرتے تھے آپکو دفن کیا
تاکہ اسپر کوئی نماز نہ پڑھ سکے اور اسکو مسجد نہ
بنا سکے کہ وہ ایک بت ہو جائے۔

عہد ولید بن عبد الملک یعنی جب تک کہ مسجد نبوی حجرہ نبوی سے بالکل علیحدہ
تھی تو صحابہ اور تابعین حجرہ نبوی مین نہ تو نماز نہ دعا اور نہ مسح قبر کے لئے داخل ہوتے
تھے بلکہ نماز و دعا صرف مسجد ہی مین ادا کرتے تھے، انتہا یہ ہے کہ صحابہ و تابعین جب
رسول اللہ صلعم پر درود وسلام بھیجتے یا کبھی دعا کرتے تو وہ اپنا رخ بھی قبلہ ہی کی طرف
کرتے تھے نہ کہ قبر کی طرف،

قرآن مجید کیلئے تعظیمی قیام

ایک مسئلہ یہ ہے کہ قرآن مجید کیلئے تعظیمی قیام اور اسکا چومنا
جائز ہے یا نہین، علامہ اسکا اجمالی جواب یہ دیتے ہین کہ اسکے متعلق آثار و اخبار
سلف مین کوئی تصریح نہین ملتی، امام احمد سے قرآن مجید کے چومنے کے متعلق پوچھا
گیا تو آپ نے یہی جواب دیا کہ مجھے سلف کی کوئی رائے معلوم نہین، عکرمہ بن ابی
جہل جب قرآن مجید کو کھولتے تھے تو اسپر اپنا منہ رکھکر اسکو چومتے اور یہ کہتے تھے کہ

ھذا کلام ربی ھذا کلام ربی — یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام ہے

اس اجمالی جواب کے علاوہ علامہ کی مجتہدانہ رائے یہ ہے کہ سلف اگر قرآن مجید
کی تعظیم کے لئے نہین اٹھتے تھے تو انکی یہی خصوصیت تھی کہ وہ آپس مین بھی کسی کی
تعظیم کے لئے نہین اٹھتے تھے، حضرت انس فرماتے ہین۔

لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ
صلعم وکانوا اذا راوہ لم یقوموا

صحابہ کے نزدیک رسول اللہ صلعم سے زیادہ
محبوب دنیا مین کوئی شخص نہ تھا باوجود اسکے

لما یعلمون من کراہتہ لذلک، جب وہ آپکو دیکھتے تھے تو کبھی نہین اٹھتے تھے

.. .. کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلعم اسکو ناپسند

.. .. فرماتے ہین۔

ایسی حالت مین اگر ہم صحیح طور پر اسلاف کی پیروی کرنا چاہتے ہین تو ہمکو بھی کبھی کسی کی تعظیم کے لئے نہین اُٹھنا چاہئے، اس بنا پر چونکہ قرآن مجید کے لئے انکا اٹھنا ثابت نہین ہے، اسلئے ہمکو بھی اسکی تعظیم کے لئے نہ اُٹھنے مین کوئی مضائقہ نہین لیکن اب جبکہ ہم آپس مین ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہونے کے عادی ہوگئے ہین تو اگرچہ یہ عادت اقرب الی الذم ہے لیکن ہمکو قرآن مجید کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا چاہئے کیونکہ عام انسانون سے بہرحال وہ اس تعظیم وتکریم کا زیادہ مستحق ہے،

قرآن مجید سے فالگیری ایک سوال یہ ہے کہ قرآن مجید سے فال لینا جائز ہے یانہین، علامہ فرماتے ہین، قرآن مجید سے فال لینے کے متعلق متقدمین سے نفیاً یا اثباتاً کوئی روایت موجود نہین، متاخرین اسمین مختلف ہین، قاضی ابویعلی نے ایک نزاعی روایت بیان کی ہے کہ ابن لطہ نے ایسا کیا ہے لیکن دوسری روایتین موجود ہین کہ اُنھون نے ایسا نہین کیا، کیونکہ قرآن مجید سے فال لینا رسول اللہ صلعم یا صحابہ کرام سے ثابت نہین، حقیقت یہ ہے کہ فال وطیرہ کی جو نوعیت و صورت بھی ہو سب ممنوع ومنہی عنہ ہین، البتہ صرف ایک صورت جسکو اگر ہم فال کہہ سکین تو بے شبہہ رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے یعنی یہ کہ انسان کسی کام کو کررہا ہو یا کسی کام کے کرنے کا اللہ تعالے کے بھروسہ پر قطعی فیصلہ کرچکا ہو اور ایسی

حالت مین کوئی کلمہ خیر سنے جس سے اسکو مسرت ہو مثلاً جب کوئی کام شروع کرچکا ہو تو کسی کی زبان سے

یا نجیح، یا مفلح، یا منصور، اے کامیاب ہونیوالا اے فلاح پانیوالا اے فتح پانیوالا

کے الفاظ نکلین تو اس اتفاقی واقعہ سے وہ اپنی کامیابی کی توقع پر مسرور ہو اس قسم کا واقعہ خود رسول اللہ صلعم کو پیش آیا وہ یہ کہ جب آپ نے ہجرت کی تو رستہ مین ایک شخص ملا جس سے آپنے پوچھا۔

ما اسمک قال یزید فقال یا ابابکر یزید امرنا تمہارا نام کیا ہے اس نے کہا یزید اسکے لفظی معنی ہین بڑھیگا) آپنے حضرت ابوبکر سے فرمایا

.. .. اے ابوبکر ہمارا کام ترقی پائیگا۔

اسلئے فال کی اگر کوئی صورت جائز ہوسکتی ہے تو صرف یہی، ورنہ اور سب صورتین ممنوع ومنہی عنہ ہین۔

اسلام مین بتدعات کا جو سلسلہ پیدا ہوگیا ہے ان مین سے کچھ تو ایسے ہین جنپر دوسری قومونکی تقلید مین مسلمانون نے عمل شروع کیا مثلاً قبرپرستی، مشائخ پرستی، اور غیر اللہ سے استعانت کرنا وغیرہ یہ چیزین تو بہت کچھ عوام نے خود بخود سیکھین، کچھ ایسی بدعتین بھی ہین جنکو نومسلم قومون نے اپنے آبائی مذہب مین سے قبول اسلام کے بعد بھی اپنے عادات واطوار کے طور پر اپنے اندر باقی رکھا اور وہ انکو رفتہ رفتہ اپنے نئے مذہب (اسلام) کی تعلیم سمجھنے لگین، اس قسم کی بدعات ومشرکانہ اعمال و خیالات کی مثالین ہندوستان کے اسلامی فرقون مین بکثرت ملسکتی ہین، لیکن انکے علاوہ بہت سی بدعتین ایسی بھی ہین جو خواص یعنی تعلیمیافتہ گروہ صوفیائے کرام کے ذریعہ سے

اسلام مین داخل ہوگئین، علامہ ابن تیمیہ نے ہر قسم کی بدعتون پر کچھ نہ کچھ لکھا ہی مثلاً

تحیرنی اللہ ارباب تصوف مین یہ حدیث بہت مشہور و مقبول ہے۔

رب زدنی فیک تحیرا، — اے خدا اپنی نسبت میری حیرت بڑہا۔

علامہ ابن تیمیہ سے اس حدیث کی نسبت سوال کیا گیا تو آپنے جواب دیا کہ یہ مکذوب و وضعی روایت ہے علمائے حدیث مین سے کسی نے بھی اسکو روایت نہین کیا ایسی روایتین جاہلون اور ملحدون کی ہوسکتی ہین کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا کہنے والا پریشان و متحیر ہے اور یہ کہ وہ حیرت کی زیادتی و ترقی چاہتا ہے اور یہ دونون رسول اللہ صلعم کی شان سے گری ہوئی اور لغو و باطل باتین ہین، اسلئے کہ اللہ تعالے نے آپکی طرف وحی بھیجکر آپکی ہدایت کی اور آپکو وہ باتین سکہائین جو کسی اور کو نہ سکہائین، اس روایت کے خلاف قرآن مجید مین اللہ تعالے نے آپکو زیادتی علم کے سوال کا حکم دیا ہے مثلاً

قل رب زدنی علما — کہو اے رب میرے علم کو بڑہا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عالم تھے، آپکی شان مین ایک اور آئت ہی۔

وانک لتہدی الی صراط مستقیم، — اور تم بے شبہہ سیدہی راہ کی طرف ہدایت کرتے ہو۔

اور جو شخص دوسرونکی رہنمائی کرتا ہے وہ خود کیونکر گم کردہ راہ و پریشان و حیران ہوسکتا ہے، اللہ تعالے نے قرآن مجید مین حیرت کی مذمت بیان کی ہی مثلاً فرمایا

قل اندعوا من دون اللہ ما لا ینفعنا ولا یضرنا ونرد علی اعقابنا — کہدو کیا ہم اللہ کے سوا اسکو پکارین جو ہمین نہ نفع پہنچاتا ہے نہ نقصان، اور کیا ہم اسکے بعد کہ

بعد اذ ہدنا اللہ کالذی استہوتہ الشیاطین فی الارض حیران لہ اصحاب یدعونہ الی الہدی ائتنا قل ان ہدی اللہ ہو الہدی، — اللہ تعالے نے ہمین ہدایت دی اپنی پچھلی حالت پر لوٹ جائین مثل اسکے جسکو شیطانون نے بہوچکا بنا دیا ہو اور وہ دنیا مین حیران ہو اسکے کچھ ساتھی ہین جو اسکو اپنی طرف بلاتے ہین، کہدو کہ اللہ ہی کی ہدایت صحیح ہدایت ہے۔

حیرت بڑی حد تک جہل و ضلالت ہے اور محمد صلعم کائنات عالم مین سب سے زیادہ اللہ اور اسکے اوامر و نواہی کے جاننے والے ہین، اور تمام انسانون مین آپ اپنی ذات اور دوسرون کے لئے سب سے بڑہکر روشن شمع ہدایت ہین آپکو جہالت و ضلالت چہو بھی نہین گئی، اللہ تعالے خود فرماتا ہے۔

والنجم اذا ہوی ما ضل صاحبکم وما غوی وما ینطق عن الہوی۔ . . . . — قسم ہی ستارہ کی جب وہ جہکجائے کہ تمہارا ساتہی نہ تو گمراہ ہی اور نہ بہٹکا ہوا اور وہ جو کچھ بولتا ہے اپنی طرف سے نہین بولتا۔

اور دوسری جگہ فرمایا۔

کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور باذن ربہم، — یہ کتاب ہی جسکو ہمنے تیری طرف اسلئے بہیجا کہ لوگونکو انکے رب کے حکم کے مطابق تاریکی سے روشنی مین لے آئے۔

یہ اور اسی قسم کی متعدد آیات کلام مجید مین موجود ہین اسلئے ارباب علم و ایمان مین سے کسی نے بھی حیرت کی تعریف نہین کی اور نہ اسکو کوئی اچھی چیز خیال کیا البتہ ملاحدہ کے ایک گروہ نے جو خود مرض حیرت مین مبتلا رہا اسکی بیجد تعریف کی۔

سجدہ و زمین بوسی اسلام نے مشرکانہ اعمال کے استیصال مین اسدرجہ اہتمام سے کام لیا ہے کہ وہ انسانی حرکات و سکنات جو مخصوص حالات مین شرک و خضوع لغیر اللہ کی طرف منجر ہو سکتے ہین انکے عدم جواز و حرمت کا بھی فتوے دیدیا مثلاً سلاطین و حکام یا مشائخ و بزرگان دین کے آگے سجدہ کی صورت مین زمین سے پیشانی لگانا یا کم از کم تعظیما جھک جانا،

علامہ اس مسئلہ کی نسبت ایک سوال کے جواب مین تحریر فرماتے ہین کہ ملوک و شیوخ کے آگے زمین پر سر دھرنا، زمین بوس ہونا، رکوع کی حالت مین ہوجانا یا جھک جانا، بالکل ناجائز ہے، لوگون نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا۔

الرجل منا یلقی اخاہ اینحنی لہ	ہم مین سے ایک شخص جب اپنے بھائی سے ملے تو کیا
قال لا،	اسکیلئے وہ جھک سکتا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا نہین

حضرت معاذ کا واقعہ ہے کہ

لما رجع معاذ من الشام سجد	جب آپ شام سے لوٹے تو رسول اللہ صلعم کو
النبی صلعم فقال ماھذا یا معاذ	سجدہ کیا آنحضرت نے فرمایا اے معاذ یہ کیا
قال یا رسول اللہ رأیتھم فی الشام	ہے؟ انھون نے کہا مین نے شامیونکو اپنے
یسجدون لاساقفتھم ویذکرون	مذہبی پیشواؤنکو سجدہ کرتے دیکھا اور وہ ایسا
ذلک عن انبیائھم فقال کذبوا علیھم	ہی اپنے انبیاء کی نسبت بھی بیان کرتے تھے
لو کنت امر احدا ان یسجد لاحد لامرت	آنحضرت نے فرمایا انھون نے بہتان باندھا
المرأۃ تسجد لزوجھا من اجل	مین اگر کسی انسان کو انسان کے سجدہ کرنے
حقہ علیھا یا معاذ انہ	کا حکم دیتا تو ان حقوق کی بنا پر جو شوہر کو اپنی
لا ینبغی السجود الا للہ	بیوی پر ہین بیوی کو شوہر کے آگے سر بسجود ہونیکا
.. ..	حکم دیتا لیکن اے معاذ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی
.. ..	سجدہ کے لائق نہین۔

یہ حکم تو عام حالتون مین ہین لیکن اگر کوئی شخص انھی کامونکو مذہب و دین یا قربت طاعت سمجھکر بجالائے تو پھر یہ بدترین منکرات مین داخل ہے اور جو شخص انکے طاعت و قربت ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو پہلے اسکو یہ بتانا چاہئے کہ ایسا نہین ہے لیکن اسکے بعد بھی وہ اگر اپنے اعتقاد پر اصرار کرے تو اسکو قتل کر دینا چاہئے۔

مسئلہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ایک شخص ان کامونکے کرنے پر اسطرح مجبور کیا جائے کہ اگر وہ نہ کرے تو مارا جائے یا قید کر دیا جائے یا اسکی دولت چھین لیجائے یا بیگار کہا جائے یا اسی قسم کی دوسری تکلیفین پہنچائی جائین تو ایسی صورت مین اکثر علما کا یہ خیال ہے کہ فعل حرام پر جبر و اکراہ اسکو مباح کر دیتا ہے اسلئے بظاہر اسپر عمل کر لینے مین کوئی ہرج نہین البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ دل سے انکو حرام اور برا جانے، علما کے دوسرے گروہ کا یہ خیال ہے کہ اس قسم کی اباحت صرف ان چیزونمین جائز ہے جنکا تعلق قول سے ہے یعنی کسی ناجائز ذنار و اقوال کے زبان سے کہنے مین بصورت مجبوری و معذوری کوئی ہرج نہین کیونکہ

انما التقیۃ باللسان،	تقیہ زبان سے ہوسکتا ہے۔

لیکن عمل کسی صورت مین بھی جائز نہین۔

وسعت نظر ابتک فتاوے کے جو اقتباسات پیش کئے جا چکے ہین ان سے ضمناً یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث پر علامہ کی نہایت وسیع و عمیق نظر ہے، لیکن علامہ کی وسعت نظر

کا دائرہ یہین تک محدود نہین بلکہ آثار صحابہ، اقوال تابعین وتبع تابعین اور مجتہدات
فقہاء اسلام سب کچھ انکی نظر کے سامنے ہے اور وہ ان سے ہر جگہ کام لیتے ہین، آئندہ
اقتباسات موخرالذکر امور کی مثالین ہونگی،

یہ اوپر لکہا جاچکا ہے کہ اس مجموعہ مین ابطال التحلیل نام ایک مستقل رسالہ
بھی شامل ہے جو در اصل استفتاہی ہے لیکن طوالت بحث اور مفید تفصیل وتشریح
کی وجہ سے وہ مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہی مسئلہ تحلیل کی تشریح یہ ہے کہ ایک
شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقین دیدین، جن سے وہ اسپر اسوقت تک کے لئے
حرام ہوگئی جب تک کوئی دوسرا شخص اس سے نکاح نہ کرلے، اور وہ عورت اس
دوسرے نکاح سے اپنے دوسرے شوہر کی موت یا اسکے طلاق دیدینے کی وجہ سے
اس قابل نہو کہ پھر پہلے شوہر سے نکاح کرسکے، شرعاً پہلے شوہر کے لئے اس عورت
سے جواز نکاح کی تو صرف یہی دو صورتین ہین، لیکن ایک صورت حیلہ کے اصول
کے مطابق یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب پہلے شوہر نے طلاق دیدی اور اسکے بعد اسکو
اپنی اس حرکت پر افسوس ہوا اور پھر اس نے یہ خواہش کی کہ اسکو اپنے نکاح مین
دوبارہ لے آئے، تو اسکی خاطر سے ایک شخص نے نکاح پڑھا لیا اور نکاح کے بعد اسکو
طلاق دیدی تاکہ وہ اسطرح اپنے پہلے شوہر کے لئے جائز وحلال ہوسکے۔

علامہ اسکے جواب مین لکھتے ہین کہ یہ صورت بالکل ناجائز وممنوع ہے جس شخص نے
تحلیل کی نیت سے نکاح کیا وہ نکاح فاسد ہوگا، اس جواب مین جو تفصیلات ہین ان سے
قطع نظر کرکے صرف وہ چیزین دکھلائی جائینگی جن سے علامہ کی وسعت نظر کا اندازہ
ہوسکے اس سلسلہ مین علامہ سب سے پہلے حدیثین پیش کرتے ہین، جنمین تحلیل کے عدم جواز

کی تصریح موجود ہے۔ مثلاً

عن عکرمہ عن ابن عباس قال سئل
رسول اللہ صلعم عن المحلل فقال
لا، الا نکاح رغبۃ لا نکاح دلسۃ
ولا استھزاء بکتاب اللہ
ثم یذوق العسیلۃ،

عکرمہ ابن عباس سے روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلعم
سے محلل کی نسبت سوال کیا گیا تو آپنے فرمایا نہین
نکاح رغبت سے ہونا چاہئے اس مین فریب اور
خدا کی کتاب کیساتھ استہزا نہونا چاہئے اور یہ بھی
ضروری ہو کہ ناکح ومنکوح باہم متمتع ہون۔

یہان پر علامہ نے متعدد حدیثین نقل کی ہین، اختصار کے خیال سے صرف ایک ہی
پر اکتفا کیا گیا، حدیث کے بعد صحابہ کرام کے اقوال وافعال کا درجہ ہے، علامہ نے بکثرت
آثار صحابہ بھی جمع کردیے ہین، ہم ان مین سے اکابر صحابہ کے اقوال نقل کرتے ہین۔

جابر عن عمر قال لا اوتی بمحلل
ولا محلل لہ الا رجمتھما ...
... ...

جابر حضرت عمر سے روایت کرتے ہین کہ الیسا کوئی
تحلیل کرنے والا یا وہ جسکے لئے تحلیل کیگئی نہین
لایا گیا مگر یہ کہ مین نے دونو کو سنگسار کیا۔

عن سلیمان بن یسار قال رفع الی
عثمان رجل تزوج امرأۃ لیحلھا
لزوجھا ففرق بینھما وقال لا ترجع
الیہ الا بنکاح رغبۃ غیر
دلسۃ ... ...
... ...

سلیمان سے روایت ہی کہ حضرت عثمان کے پاس ایک مرد
لایا گیا جس نے ایک عورت سے محض اسلئے شادی کی
تھی کہ اسکو اسکے پہلے شوہر کیلئے حلال کردے آپنے
ان دونو مین تفریق کرادی اور یہ کہا کہ یہ اسکے طرف
نہین لوٹ سکتی مگر صرف ایسے نکاح کے ذریعہ سے
جو رغبت سے کیا گیا ہو اور اسمین کوئی فریب نہو۔

عن یزید بن ابی حبیب عن علی بن

حضرت علی سے محلل کے بارہ مین روایت ہی کہ وہ بکی

ابی طالب فی المحلل لاترجع الیہ الا بنکاح رغبۃ غیر دلسۃ ولا استہزاء بکتاب اللہ،

طرف نہین لوٹ سکتی مگر رغبت کے نکاح کے ذریعہ سے جسمین نہ تو فریب ہو اور نہ اللہ کی کتاب کے ساتھ استہزا۔

عن اشعث عن ابن عباس قال لعن اللہ المحلل والمحلل لہ،

ابن عباس سے مروی ہے کہ اللہ تعالے نے تحلیل کرنے والے پر اور اسپر جسکے لئے تحلیل کیگئی ہو لعنت کی ہ

اسکے بعد علامہ نے تابعین تبع تابعین اور فقہاء اسلام کے خیالات وآراء کو اجمالاً اسطرح بیان کیا ہے کہ سعید ابن المسیب، حسن بصری، ابراہیم نخعی، اور عطا ابن رباح جو ارکان تابعین ہین اور ابو الشعثاء، جابر بن زید، شعبی، قتادہ، بکر بن عبد اللہ المزنی، مالک ابن انس اور انکے تمام اصحاب اوزاعی، لیث بن سعد اور سفیان ثوری (آخر الذکر چار اصحاب تبع تابعین کے ممتاز افراد ہین) امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو عبید القاسم بن سلام، سلیمان بن داؤد الہاشمی، ابو خیثمہ زہیر بن حرب، ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابو اسحاق الجوزجانی وغیرہ نکاح تحلیل کے عدم جواز پر متفق ہین۔

فقال سعید بن المسیب فی رجل تزوج امرأۃ لیحلہا لزوجہا الاول ولم یشعر بذلک زوجہا الاول ولا المرأۃ قال ان کان انما نکحہا لیحلہا فلا یصلح ذلک لہما ولا تحل .. ..

سعید نے اس شخص کی نسبت کہا جس نے ایک عورت سے اسلئے شادی کی کہ وہ اپنے پہلے شوہر کیلئے حلال ہوجائے اور اسکی واقفیت نہ تو زوج اول کو ہوئی اور نہ عورت کو، کہ اگر اس نے نکاح صرف اسی تحلیل کی غرض سے کیا تو یہ ان دونوں سے کسی کیلئے مفید نہین اور وہ عورت حلال نہو گی۔

قال ابراہیم النخعی اذا ہم الزوج الاول والمرأۃ او الزوج الاخیر بالتحلیل فالنکاح فاسد

ابراہیم نے کہا کہ جب زوج اول نے یا عورت نے یا دوسرے شوہر نے تحلیل کا قصد کیا تو نکاح فاسد ہے۔

جاء رجل الی الحسن البصری فقال ان رجلا من قومی طلق امرأتہ ثلاثا فندم وندمت فاردت ان انطلق فاتزوجہا واصدقہا صداقا ثم ادخل بہا کما یدخل الرجل بامرأتہ ثم اطلقہا حتی تحل لزوجہا فقال لہ الحسن البصری اتق اللہ یا فتی ولا تکونن مسمار نار لحدود اللہ .. ..

حسن بصری کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ میری قوم مین سے ایک نے اپنی بیوی کو تین طلاقین دین اور اسکے بعد کو وہ دونو نادم ہوئے، میرا قصد ہے کہ مین اس عورت سے نکاح کرلون، اسکا مہر ادا کردون اور پھر جسطرح ایک شوہر اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے جاؤن اور اسکے بعد اسکو طلاق دیدون تاکہ وہ اپنے پہلے شوہر کیلئے حلال ہوجائے، حسن بصری نے کہا کہ اے نوجوان اللہ تعالے سے ڈر اور اسکے حدود کے لئے آگ کی کھونٹی نہ بن۔

(باقی)

خواتینِ اسلام

(۱)

آج ہم ناظرین معارف کی ضیافت ایک جدید ندوی قلم سے کرتے ہین، ذیل کا
مضمون ہمارے ایک عزیز دوست مولوی عبد الرحمن نگرامی فاضل ندوہ و معلم "مدرسۃ الاصلاح"
سرائمیر، اعظم گڈہ کا ہے، اس موضوع پر اردو مین غالباً ابتک اس سے جامع تر کوئی
مضمون نہین نکلا ہے، جسمین عورت کے متعلق اسلامی نقطۂ نظر کا پورا استقصا ہو۔ (معارف)

اسلام اور صنف نازک

کہا جاتا ہے کہ مذہب اسلام نے جنس لطیف کی تکمیل و تہذیب کے متعلق
کوئی خاص قانون نہین مرتب کیا، اور نہ انکو دنیا مین نعم الٰہیہ سے منتفع ہونے کا کافی موقع
دیا کیا یہ واقعہ ہے؟ ہرگز نہین۔ بیشک ایک مسلمان عورت اہل روما کے عقائد کے مطابق
گھر کا اثاثہ نہین کہ شوہر کو اسکے بیع و شرا اور ابقا و افنا کا حق حاصل ہو اور نہ وہ یونانیون کے
قانون مذہب کے لحاظ سے ایک زبردست شیطان ہے کہ جہانتک ممکن ہو اسکی تحقیر و تذلیل
مین کوشش کیجاے بلکہ وہ نظام عالم کے قائم رکھنے مین مردون کی حصہ مساوی سہیم و شریک ہے
اسکے ذمہ نسل جدید کی تہذیب و تربیت، اخلاق کی درستی و اصلاح، مذہبی پابندی و استواری
کا اہم وظیفہ ہے، چنانچہ آگے چل کر ہم اسکے متعلق صاف تصریحات پیش کرینگے، بہت سے
نادان اپنی تنگ نظری کے سبب عورتون کی اس پستی و تنزل کو اسلامی تعلیمات کا نتیجہ
سمجھتے ہین، کیا یہ حقیقت ہے اور واقعی اسلام کا دامن اس سے آلودہ ہے؟ حاشا و کلا
اِنَّ اللّٰہ بریٔ من ذالک و رسولہ، اصل یہ ہے کہ ہمارے ملک مین رسم و رواج کی

بندش نے کچھ اس قسم کی صورت اختیار کرلی ہے اور ان پر سختی کے ساتھ پابندی کا کچھ
ایسا روغن ملا گیا ہے کہ سطحی نظر مین انکے مذہبی احکام ہونے کا دہوکہ ہوتا ہے، حالانکہ صورت
واقعہ اسکے بالکل خلاف ہوتی ہے، عورتون کے اس دور تنزل کی عمر زیادہ سے زیادہ
دو صدی تجویز کیجاسکتی ہے ورنہ اگر صرف ہندوستان کی تاریخ پر غور کیا جائے تو سیکڑون
خاتونین شجاعت و شہامت، علوم و فنون، سپہ گری و بہادری کے زیور سے آراستہ
ملین گی،

عرصہ ہوا کہ مصر کے مشہور رسالہ المنار مین "المرأۃ والاسلام" کے عنوان سے ایک
مضمون شائع کیا گیا تہا جسمین حقوق نسوان کی مجمل تاریخ درج تھی، اسکے دیکھنے سے
اندازہ ہوتا ہے کہ عہد قدیم مین یورپ و ایشیا کے تقریباً ہر حصہ اور ہر قوم مین عورت ایک
ذلیل اور پست درجہ مخلوق سمجھی جاتی تھی، عرب کے بعض قبائل مین دختر کشی کی جو رسم
جاری تھی وہ اسی خیال کا نتیجہ تھی کہ لڑکی کا ہونا انکے لیے چشمون مین ننگ و عار کا باعث
تہا، بہرحال اُسوقت ارض الٰہی کا کوئی ایسا ٹکڑہ نہ تہا جسمین اس نازک مخلوق کے
حقوق بیدردی کے ساتھ پامال نہ کیے گئے ہون، اسلام کے آب حیات نے اس تن مردہ
مین جو روح ڈالی اسکا اندازہ تم حضرت عمر کے اس قول سے کرسکتے ہو کنا فی الجاھلیۃ
لا نعد النساء شیئاً فلما جاء الاسلام و ذکرھن اللہ رأینا لھن بذالک علینا حقا،
(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۶۹) یعنی ظہور اسلام سے قبل ہمارے دلون مین عورتون کی کوئی
وقعت نہ تھی لیکن اسلام نے آکر ہمین اس غفلت سے بیدار کیا، خداے جل و علا نے
اپنے کلام مین انکا تذکرہ کیا، تب ہم نے سمجھا کہ انکے بھی ہمارے ذمہ کچھ حقوق ہین، یہ جملہ
حقیقت مین ان خیالات کا آئینہ ہے جو اسلام سے قبل عرب کے ملک مین عورتون کے

متعلق موجود تھے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے عورتون کے حقوق مین ایک معتدبہ اضافہ کیا بلکہ اُنکے حقوق کا ایک نیا باب کھولدیا، ہم نے اُوپر بتایا ہے کہ شریعت غرا نے تکمیل معاشرت مین عورت و مرد دونون کو مساوی حقوق دئے ہین اور خاندان و اولاد کے صلاح و فساد کا دونون کو ذمہ دار ٹھرایا ہے، ہمارے اس دعوے کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس روایت سے ملتی ہے۔ الرجل راع علی اھلہ وھو مسئول والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وھی مسئولۃ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۳) یعنی "مرد اپنے اہل کا راعی بنایا گیا ہے، اور ان سے اُنکے متعلق جواب طلب ہوگا، اور عورت خاوند کے گھر کی سنبھالنے والی ہے اور اس سے اسکے متعلق بازپرس ہوگی"۔ انہی کی دوسری روایت مین ایک اور لفظ کا اضافہ ہے المرأۃ علیٰ بیت زوجھا و ولدہ یعنی عورت خاوند کے گھر اور اولاد کی ذمہ دار ہے۔

روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب والعجم تھے، اور آپکی اصلی شان یہ تھی کہ اوتیت جوامع الکلم آج ہمارے یہان عورتون کے متعلق کسقدر مباحث درپیش ہین اورون کو چھوڑدو، ایک تعلیم کے مسئلہ مین کسقدر شدید اختلافات ہین، لیکن اس ایک مختصر لفظ نے اُن تمام قضیون کا فیصلہ کردیا، جب تک عورتین امور خانہ داری سے نابلد رہین گی وہ کیونکر شوہرون کے گھر بار کی نگہداشت کرسکتی ہین، جب تک عورتین تعلیم یافتہ نہونگی دیگر فنون سے فی الجملہ اور اصول حفظان صحت سے کافی واقفیت نہ رکھین گی تو کیا خاک اپنی اولاد کی حفاظت اور تربیت و اصلاح کا کام انجام دینگی! اگر ایسا ہے تو وہ لوگ جو عورتون کی تعلیم کے مخالف ہین، اس فرمان کے بعد کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بازپرس کے لئے تیار ہین۔ راعیہ کے لفظ سے جو اہمیت پیدا ہوئی ہے وہ ظاہر ہے،

حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جو فن اسرار شریعت کے ایک زبردست امام ہین اسرار نکاح مین اسی مساوات حقوق کا تذکرہ فرمایا ہے، وہ فرماتے ہین کہ انسان کے نظری اور ضروری حوائج دو طرح کے ہین، بعض ایسے ہین کہ جنکی تکمیل وہ خود کرسکتا ہے اور بعض ایسے ہین کہ جنکے انصرام مین عورت کی حاجت ہوتی ہے (علیٰ ہذا القیاس عورت کا بھی یہی حال ہے) اسی لئے شریعت نے نکاح کو ضروری قرار دیا ہے (حجۃ اللہ البالغہ ص۱۲۴) دوسرے الفاظ مین گویا اسکا مطلب یہ ہے کہ عورت انسانیت کو مکمل کرنیوالی مخلوق ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث مین ارشاد ہے اذا تزوج العبد استکمل نصف الدین، (مشکوٰۃ جلد ثانی صفحہ ۲۶۸) جب کسی شخص نے نکاح کرلیا تو گویا اُس نے اپنا دین مکمل کرلیا کیونکہ اعمال انسانی کی دو قسمین ہین، ایک وہ اعمال و افعال ہین جنکا تعلق آخرت سے ہے اور دوسرے وہ جنکا تعلق معاشرت دنیاوی سے ہے، انعقاد رسم نکاح کے بعد گویا امور معاشرت کی ایک گونہ تکمیل ہوجاتی ہے، قرآن مجید کی بعض آیات اس حیثیت کو اور بھی صاف اور واضح کرتی ہین، مثلاً ارشاد ہے من لباس لکم وانتم لباس لھن، "وہ (عورتین) تمہارے لئے لباس ہین اور تم اُنکے لئے لباس ہو"۔

لباس انسان کے لئے ایک ضروری چیز ہے اور عموماً لوگ دوسری چیزون کی بہ نسبت اُسکی تزئین و آرائش کا زیادہ خیال کرتے ہین، اسی لئے قرآن مجید نے مرد اور عورت کے حیثیات کو واضح کرتے ہوے لباس کا لفظ استعمال کیا ہے کہ تم مین کا ہر ایک دوسرے کے لئے لباس ہے، اِسلئے مرد اور عورت دونون کا فرض ہے کہ ایک دوسرے کی تزئین و آرائش مین سخت جدوجہد کرین، ایک دوسرے موقع پر خصوصیت کے ساتھ عورتون کی حیثیت کو اس سے بھی زیادہ بہتر دکھلایا ہے۔ نسائکم حرث لکم فأتوا

حرثکم انی شئتم" تمہاری عورتین کہیتون کی طرح ہین جسطرح چاہو اُنکے پاس آؤ- گو یہ آیت
مفسرین کے قول کے مطابق ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے، لیکن تفسیر کا عام
اصول یہ ہے کہ خصوص واقعہ کے سبب سے لفظ کے عام استنباطات نہین باطل کئے
جاسکتے۔ اس آیت مین عورتون کو کہیتی کے ساتھ تشبیہ دیگئی ہے جو ایک نہایت عزیز
اور سودمند چیز ہے، کوئی کاشتکار کبھی اپنی زراعت کو ضایع نہین کرنا چاہتا، اسی طرح
مردون سے خطاب کیا گیا ہے کہ تم کو اپنی عورتون کے ساتھ وہی سلوک روا رکہنا چاہیئے
جو کاشتکار کو اپنی زراعت کے ساتھ، یہ قرآن مجید کا مخصوص طرز ادا ہے کیا اس سے
بڑھکر بھی حسن معاشرت کی کوئی تعلیم دیجاسکتی ہے، ان دونون کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے
لیکن الفاظ مختلف ہین، اسمین بھی ایک خاص نکتہ ہے، لیکن اسکے بیان کرنے سے
پہلے ایک اور مقدمہ ذہن نشین کرلینا چاہیئے

قرآن مجید مین عموماً احکام کا مخاطب اہل عرب کو بنایا گیا ہے، اور زیادہ تر انہی کی
اصلاح کو مقدم رکہا گیا ہے تاکہ پہلے ایک قوم کو راہ پر لایا جائے اور پھر اسکے ذریعہ سے
دوسری قومون کی اصلاح کیجائے، اسکے لئے قوم عرب کا انتخاب کیا گیا کیونکہ اُن کا
ملک جغرافی حیثیت سے کرۂ ارض مین مرکز کی حیثیت رکہتا ہے، اسی لئے اور احکام کی
طرح عورتون کے حقوق کی طرف بھی پہلے اُنہین کو دعوت اصلاح دیگئی، عرب مین دو
قسم کے لوگ آباد تھے ایک وہ جنکا کوئی ایک مقام متعین نہ تہا، مختلف مقامات پر
رہتے، کہیتیان کرتے، فصل کاٹتے، اور دوسری طرف چلے جاتے، دوسرے وہ لوگ جو
شہرون مین آباد تھے، ان کا عام پیشہ تجارت تہا، ظاہر ہے کہ پہلے گروہ کے لئے کہیتی
باری سے زیادہ دوسری کوئی چیز عزیز نہین، دوسرے گروہ کے لئے ظاہری آرائش

و زیبائش مقدم چیز ہے جسکا جزو اعظم لباس ہے، قرآن مجید کے مخاطب بہی دو گروہ ہین انہین
دونون گروہون کو عورتون کی زبردست حیثیات سمجھانے اور انکے دلون مین صنف نازک
کی وقعت پیدا کرنے کے لئے دو مختلف مثالون سے کام لیا گیا ہے اور لباس و حرث کے
جداگانہ الفاظ استعمال کئے گئے ہین، پہلے سے اہل حضر اور دوسرے سے بادیہ نشینون کی
تفہیم مقصود ہے، اس دعوی کے اثبات کے بعد اب ہم ان چند چیزون کی تفصیل کرنا
چاہتے ہین جنکے متعلق گذشتہ صفحات مین ہم ضمناً اشارہ کر آئے ہین۔ حضرت عمرؓ کے قول
سے تم نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ اہل عرب عورتون کی کچھ قدر و منزلت نہ کرتے تھے، اور
اُنکے نزدیک عورتون کی زیادہ سے زیادہ وہی وقعت ہوسکتی تھی جو ایک انسان اپنے
دوسرے مملوکات و مقبوضات کی کرسکتا ہے، اور اُنکی ذات کے متعلق شوہرون کو وہی
حقوق ملتے تھے جو دیگر اسباب معیشت پر حاصل ہوتے، لیکن شارع اسلام نے ہر جگہ عورتون
کے ساتھ حسن معاشرت، سلوک نیک اور خوش معاملگی کی تعلیم دیتے ہوئے یہ بھی واضح
کردیا ہے کہ عورتون پر تمکو وہی حقوق حاصل ہین جو شریعت غرا نے دیئے ہین چنانچہ ابن ماجہ
کی روایت ہے لیس تملکون منهن شیئاً غیر ذلك الا ان یاتین بفاحشة بینة
(تم کو عورتون پر سوائے حقوق مخصوص کے اور کوئی دسترس نہین حاصل ہے لیکن ہان جب
کوئی گناہ کرین) جو لوگ حریت نسوان کے حامی ہین اور اسکے صحیح مفہوم سے واقف ہین
وہ غور کرین کہ اس سے زیادہ اور کیا جنس لطیف کی آزادی کے حدود وسیع ہوسکتے ہین،
بیشک حدود الٰہیہ اور اپنے فرائض سے اعراض کرنے کی صورت مین کونسا حیا پرور
اور صحیح الدماغ انسان ہے جو اسلام کی اس تعلیم کے سامنے سر تسلیم نہ جہکا دیگا- البتہ یورپ
کے کور مقلد اسکے لئے تیار ہونگے کہ عورتون کو اس درجہ آزادی دیجائے کہ وہ فواحش

وکبائر مین مبتلا رہین اور شوہرون کو ان سے بازپرس کا حق نہ حاصل ہو، لیکن ایسا کرنا انسانی حیا و شرم کا خون کرنا ہے۔ بعض مواقع پر حضور نبی صلعم نے عورت کو دنیا کی سب سے زیادہ گرانمایہ پونجی، سب سے زیادہ عزیز متاع سے تعبیر فرمایا ہے، ابن ماجہ مین حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما الدنیا متاع ولیس من متاع الدنیا شیئ افضل من المرأۃ الصالحۃ (دنیا ایک دوکان متاع ہے جسمین سب سے بہتر پونجی صالح عورت ہے) اس فضیلت کا راز وہی ہے جو ہم اوپر ظاہر کر چکے ہین کہ عورت سلسلہ تکمیل انسانیت کی ایک زبردست کڑی ہے۔ بخاری کی ایک حدیث مین حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ "المرۃ کالضلع" عورت پسلی کی طرح ہے۔ اس ارشاد کی پوری تصویر تہوڑی سی طبی تشریح کے بعد ذہن مین آسکتی ہے، نوع انسان کے مختلف افراد مین ان افراد کا مجموعہ گویا ایک ڈہانچہ ہے، جسمین عورت کو "پسلی" سے تشبیہ دیگئی ہے۔ اب دیکھو ماہرین طب مجسمۂ انسانی مین ضلع (پسلی) کے فوائد تبلاتے ہین، اس سے بہین واضح ہوگا کہ وہی حیثیت افراد نوع انسانی مین عورت کو حاصل ہے، علم افعال الاعضا (فزیالوجی) کے لحاظ سے پسلی کا کام پہیپہڑے اور قلب کی حفاظت کرنا ہے، انسان کی قدرتی مشین انہین دو پرزون کے ذریعہ سے چلتی ہے، پہیپہڑے کے ذریعہ سے سانس لیجاتی ہے اسی پر زندگی کی آیندہ رفتار کا دار و مدار ہے، اور قلب کا کام قوام بدن کی نگہداشت کرنا ہے، لیکن ان دونون کی حفاظت "ضلع" سے متعلق ہے، بعینہ یہی حال عورت کا بھی ہے، اولاد کہ اس سے آیندہ نسل کے چلنے کی امید ہے شوہر کہ تمام ضروریات کی فراہمی و نگہداشت اُسکے ذمہ ہے ان دونون کا کام عورت کے بغیر درست نہین ہوسکتا، فطرت کی طرف سے پسلی کی جو ساخت ہے اگر تم اسمین کوئی تغیر کرنا چاہو تو کرسکتے ہو مگر اسکا نتیجہ کیا ہوگا کہ اس

کل کے تمام پرزے ایک لمحہ مین تتر بتر ہوجائین گے، اسی طرح قانون قدرت کا جو تقاضا ہے اسمین کمی و بیشی افراط و تفریط کو ہرگز دخل نہ دینا چاہیئے ورنہ اسکا وہی حشر ہوگا کہ خاندان کا خاندان برباد ہوجائیگا۔

دنیا مین آج بہت سی قومین مال اور دولت کی تلاش مین حیران و سرگردان ہین، مسلمانون کو احکام مذہب کی رُو سے ملکی، قومی، سیاسی، مذہبی ضروریات کے پورا کرنے کے بعد تفاخر و تکاثر کی نیت سے مال جمع کرنا نازیبا ہے، انکی اصل غرض و غایت اعلاء کلمۃ اللہ اور معارف الٰہیہ کی تشریح و توضیح ہے، اسی لئے جب مال جمع کرنیکی ممانعت کردیگئی (ملکی اور مذہبی ضروریات مستثنیٰ ہین) تو حضرت ثوبان نے حضور سے عرض کیا کہ پھر ہم لوگ کس چیز کے جمع کرنے کی کوشش کرین، آپ نے ارشاد فرمایا یتخذ احدکم قلباً شاکراً ولساناً وذاکراً و زوجۃ مومنۃ تعین احدکم علی امر الاخرۃ (قلب شاکر لسان ذاکر اور زوجہ مومنہ کے حاصل کرنے کی کوشش کرو) پہلی دو چیزون کے متعلق کوئی تفصیل نہین بتائی گئی، زوجہ مومنہ کے ذکر کے بعد اس سبب کا بھی اعلان کردیا گیا ہے کہ وہ تمہاری معین و مددگار ہوگی۔ یہ روایت تفصیل کے ساتھ ابن ماجہ مین مذکور ہے، ترمذی کی ایک روایت مین آیا ہے خیارکم خیارکم لنسائہ تم مین سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی عورت سے اچھا سلوک کرتا ہے، اور ان سب سے زیادہ جامع قرآن مجید کا یہ فرمان ہے وعاشروھن بالمعروف، ان کے (عورتون کے) ساتھ نیک برتاؤ کرو کیا ان کھلی ہوئی تحریرات کے بعد بھی انصافاً اسلام پر صنف نازک کے متعلق تنگ نظری کا الزام قائم کیا جاسکتا ہے۔

شارع اسلام اور جنس لطیف اوپر ہم نے قرآن مجید کی بعض آیات اور سرور کائنات کے

ارشادات سے یہ امر واضح کردیا ہے کہ مذہبی حیثیت سے ہمارے یہاں عورتون کا کیا درجہ قائم کیا گیا ہے، اور اُنکی نگہداشت وحسن معاشرت کے لئے کسقدر پرزور اور موثر ہدایتین کیگئی ہین، اب ہم نہایت اختصار کے ساتھ دکھلانا چاہتے ہین کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی حیثیت سے جنس لطیف کے ساتھ کیسا سلوک فرمایا ہے کہ آپکے اعمال وافعال ہمارے لئے ایام حیات کے بسر کرنے مین کبریت احمر ہین، لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تمہارے لئے حضور کے اخلاق وعادات اور معاشرت حیات مین ایک کامل نمونہ ہے، جنس لطیف کی جو وقعت وعزت حضور کے قلب مبارک مین تھی اسکا حضرت انس کی اس روایت سے اندازہ کیا جاسکتا ہے، حُبّب الی من الدنیا النساء والطیب (مجھے دنیا کی چیزون مین عورت اور خوشبو پسند ہے) (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۵۶) حضور کا جو برتاؤ ازواج مطہرات کے ساتھ تھا اُسکی کیفیت سیر ازواج کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتی ہے، اس مقام پر اُن کا تذکرہ کرنا طوالت سے خالی نہین، لیکن حضور کا یہ کریمانہ اخلاق صرف اُنھین تک محدود نہ تھا بلکہ اس جنس کے اور افراد بھی اسکے اثمار شیرین سے محظوظ ہوتے تھے، عیدین کے موقع پر کہ یہ دونون تہوار مسلمانون کی ایریل ریلجیس کانفرنس کے دو شاندار جلسے ہین، نیز دوسرے مواقع پر حضور اپنے خطبات مین جنس لطیف کا خاص لحاظ فرماتے تھے چنانچہ حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع عام مین وعظ فرمایا عورتون کی صفین دور تھین خیال ہوا کہ شاید احکام ومواعظ کی انکو پورے طور پر اطلاع نہ ہوئی ہو اسلئے آپ بنفس نفیس وہان تشریف لیگئے، احکام تعلیم فرمائے اور صدقات کے ادا کرنے کا حکم دیا، یہ موقع عید الفطر کا تھا، آپکے ساتھ حضرت بلال بھی تشریف رکھتے تھے

دامن پھیلا ہوا تھا، عورتین فرط اثر سے زیور اُتار اُتار کر دامن مین ڈالتی جاتی تھین اس زمانہ مین بعض مواقع پر عورتون نے اسی قسم کے جوش کا اظہار کیا ہے، یہ حقیقت مین ایک سنت ہے جہانتک ممکن ہو تقصیر نہ کرنا چاہیئے، آج ملک مین ایک تعلیمی کانفرنس قائم ہے، عورتون کے لئے بھی ایک شعبہ مخصوص ہے، ہم نے اپنے بہت سے بزرگون کو جو شارع علیہ السلام کے صحیح طرز عمل سے واقف نہین رکھتے ہوئے سنا ہے کہ اس زمانۂ فاسد مین عورتون کی عزت وعظمت کو یہانتک بڑھا دیا گیا ہے کہ اُنکی مجالس کے مخصوص شعبے قائم کئے جاتے ہین لیکن اُنھین یہ خبر نہین کہ اسکی بنیاد اس مبارک عہد مین پڑ چکی ہے کہ جسکے نقش قدم پر چلنا ہمارا آپکا سب کا فرض ہے۔

ایک موقع پر دربار رسالت مین عورتون کا وفد حاضر ہوا اور اس نے شکایت کی کہ غلبنا علیک الرجال فاجعل لنا یوما من نفسک مجالس ومحافل وعظ مین ہم پر مرد غالب ہوگئے ہین، اسلئے ہماری استدعا ہے کہ حضور ہمارے لئے کوئی خاص دن مقرر فرمائین آپ نے انکی اس استدعا کو کامل غور وخوض سے سُنا اور پھر اُنکے لئے ایک خاص دن مقرر فرمایا اور وعظ سے اُنکو مستفید کیا، (دیکھو بخاری جلد اول کتاب العلم)

ہمارے نزدیک مسلمان عورتون کا یہ مذہبی فرض ہے کہ وہ اس سنت کے ادا کرنے کے لئے اپنی خاص جماعت کا ایک جلسہ منعقد کرین جسمین علماے دین اور رہبریان قوم انکو ملک کی موجودہ ضروریات اور مذہب کے ضروری احکام واوامر سے واقف کیا کرین۔ اُم ہانی بنت ابی طالب نے ایکبار کسی شخص کو امان دی، حضرت علی نے اس امان کو ناجائز سمجھا اور اس شخص سے جنگ کرنا چاہی، حضرت اُم ہانی نے حضور سے شکایت کی آپ نے حضرت علی کو اس سے منع فرمایا اور اُم ہانی سے کہا قد اجرنا

من اجرت یا ام ھانی اے ام ہانی جسکو تم نے پناہ دی ہم نے بھی اسکو پناہ دی، غالباً حضرت علی نے یہ خیال فرمایا تہا کہ ایک عورت کا امان دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے، لیکن حضور نے اس فعل کو جائز اور واجب العمل قرار دیکر اس امر کی تعلیم فرمائی کہ ان امور مین بھی عورتون کو دخل دینے کا حق حاصل ہے۔

اپنے حقوق کی حفاظت یہ بتلانے کے بعد کہ اسلام اور داعی اسلام نے جنس لطیف کو پستی کے اس عمیق گڈہے سے نکالا ہے جسمین دنیا کی تمام قومون نے اپنی مجموعی قوت سے ڈھکیلا تہا اب ہم چند اس قسم کی تاریخی نظیرین پیش کرتے ہین جن سے واضح ہوگا کہ جب اسلام نے اس نازک مخلوق کو اپنے پیرون پر کھڑا کر دیا اور یہ عام ہدایت کردی کہ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف جسطرح عورتون پر مردون کے حقوق ہین اسی طرح کچھ حقوق اس قسم کے بھی ہین جنمین عورت اپنے شوہرون سے زبردست مطالبہ کا حق رکھتی ہین تو انھون نے کس آزادی اور جرأت کے ساتھ اپنے حقوق کی حفاظت کی اور اپنے مطالبے اسلام کی عدالت عالیہ مین پیش کئے اور ڈگریان لین، حریت، صداقت، حق پرستی، صاف گوئی اسلام کی عام تعلیم ہے، اور ہر پیرو اسلام کی پیشانی ان انوار ساطعہ سے منور ہے اور انکے چہرے ان آثار حیات سے جلوہ افروز ہین، پھر اسلام کا ابر کرم کسی فرقہ اور جنس کے ساتھ مخصوص نہین، عورتون نے بھی اس سے فائدہ اٹھایا اور کافی فائدہ اٹھایا، مثال کے لئے دو ایک واقعہ درج کئے جاتے ہین۔

مہر عورتون کا ایک شرعی حق ہے، احادیث مین اقلاً دس درہم مہر کی تعداد مقرر کیگئی ہے، زیادہ کے لئے کوئی تحدید نہین کیگئی، تعین و تحدید کا حق عورتون کو حاصل ہے امیر المومنین حضرت عمرؓ نے تعداد مہر کی تحقیق کی جب معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ زہرا کا

مہر (تعداد مشہور) اسقدر ہے تو آپ نے ممبر پر چڑھکر خطبہ دیا اور فرمایا لفبعۃ النبی اور جگر گوشۂ رسول کے مہر کی تعداد سے زیادہ کسی کا مہر نہ مقرر ہو، جو لوگ اسکے خلاف کرین ان کا اسقدر مال جو انھون نے اضافہ کیا ہے مسلمانون کے بیت المال مین داخل ہو، ایک عورت نے اسی مجمع مین اس حکم کے خلاف آواز بلند کی اور کہا جب ارشاد خداوندی ہے اٰتیتم احدٰھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا اگر تم مین سے کوئی شخص اپنے مال مین سے ڈھیر کے ڈھیر عورتون کو دیدے تو پھر اسمین سے کچھ نہ لینا چاہئے اس ارشاد کے ہوتے ہوئے امیر المومنین کو کیا حق ہے کہ وہ اس اضافہ کو بیت المال مین داخل کرائین۔ حضرت عمر نے فوراً اسے قبول کرلیا اور بے ساختہ فرمایا امراۃ اصابت ورجل اخطا (ایک عورت نے سچ کہا اور مرد سے غلطی ہوگئی)

اس واقعہ سے متعدد نتیجے اخذ کئے جا سکتے ہین۔ اسلامی تعلیم کے زبردست اثر اور جانشینان پیغمبر کی صداقت پرستی اور حق پژوہی کی یہ ایک بین دلیل ہے، لیکن یہ نتائج ہمارے موضوع سے علٰحدہ ہین، اس موقع پر دیکھنا یہ ہے کہ ایک جلیل القدر صحابی امیر المومنین خلیفۃ الرسول کے حکم کے مقابلہ مین ایک معمولی عورت نے کس جسارت کے ساتھ اپنے ایک جائز حق کی حمایت کی اور کامیاب ہوئی، یہ واقعہ انقضائے عصر نبوت کے بعد کا ہے لیکن اس سے عجیب تر ایک دوسرا واقعہ ہے جس مین خود رسالت پناہ کے حضور مین ایک معمولی عورت نے اپنے حق کا استعمال کیا اور پیغمبر خدا نے اسکی تصویب فرمائی، بریرہ ایک لونڈی تہین، حضرت عائشہ صدیقہ نے انھین خرید کر آزاد کردیا، آزادی سے پہلے مغیث نامی ایک غلام کے ساتھ ان کی شادی ہوی تھی، بریرہ ان سے راضی نہ تہین، شرعی قاعدہ کے مطابق لونڈیون کو

حق حاصل ہے کہ وہ عتق (آزادی) کے بعد اپنے پہلے شوہر کو اگر چاہین تو جدا کر دین اور مرضی ہو تو اسی پہلے عقد کو قائم رکھین، بریرہ نے اپنے حق کا استعمال کیا اور مغیث کا نکاح فسخ کر دیا، اسکے برعکس مغیث کو ان سے بیحد محبت تھی، اس تفریق کے بعد وہ گلیون مین پریشان پھرا کرتے، چیخین مار مار کر روتے لیکن بریرہ نے انکی آہ وزاری کی کوئی پروا نہین کی اور اُن سے دوبارہ عقد کرنے پر راضی نہین ہوئین، جب حضور نے مغیث کی یہ حالت دیکھی تو بریرہ سے فرمایا لو راجعتہ یعنی بہتر ہوتا اگر تم ان سے رجعت کر لیتین، بریرہ نے کہا یا رسول اللہ تامرنی "پیغمبر خدا کیا آپ حکم فرماتے ہین، آپ نے جواب دیا انما اشفع حکم نہین بلکہ سفارش کرتا ہون، بریرہ نے کہا فلا حاجتہ لی فیہ مجھے اسکی (مغیث کی) کوئی حاجت نہین، اب بتاؤ کیا حقوق نسوان کی حفاظت اور استعمال مین اس سے زیادہ آزادی کی حاجت ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ آزادی کی آخری سرحد ہے، پیغمبر اسلام علیہ السلام کی شان دیکھو کہ حضور واقف ہین کہ یہ اپنا جائز حق استعمال کر رہی ہے، اسلئے شروع ہی سے یہ لہجہ اختیار کیا ہے "بہتر ہوتا اگر تم ان سے رجعت کر لیتین، اور بریرہ کا جوش عقیدت و اطاعت کا اس فقرہ سے اندازہ کرو "کیا آپ مجھے حکم دیتے ہین" یعنی اگر یہ شارع کا حکم ہے تو سرتابی کی جگہ نہین لیکن اگر محض سفارش ہے تو مجھے اختیار حاصل ہے۔

عورتون کو شریعت نے ان معاملات (نکاح وغیرہ) مین پوری آزادی دی ہے اسکی تفصیل چند اوراق کے بعد معلوم ہوگی، لیکن ہمارے ملک مین شریعت کے ان احکام پر آج کون چلتا ہے؟ اگر لڑکیان ایسا کرین تو انکو بے حیا اور بے شرم کہا جائے سچ تو یہ ہے کہ اگر حقوق شرعیہ کا استعمال کرنا بھی بے حیائی ہو تو یہ بے حیائی ہمارے لئے

سرمایۂ ناز ہے، مثال کے لئے یہ دو واقعہ کافی ہین لیکن اس موقع پر ہمارا مذہبی فرض ہو کہ خواتین اسلام کو متنبہ کر دین کہ وہ اپنے جائز حقوق شرعیہ کے حصول مین رسم ورواج کی پابند نہون بلکہ اپنے پیش نظر صرف یہ رکھین کہ خدا اور اسکے رسول نے جو قانون بنایا ہے وہ کیا حکم دیتا ہے اور اسی کے سامنے سر جھکا دین کہ حقیقی فلاح اور امن وچین اسی مین ہے

پندار سعدی کہ راہ صفا توان رفت جز در پے مصطفےٰ

شریعت اسلامیہ اور حفاظت حقوق نسوان

شریعت غرا نے ہمیشہ کمزور اور ناتوان جماعت کی طرفداری کی ہے مظلومین ومسلوبین کی دادرسی اور انکے حقوق کی حفاظت اسکی بعثت اصلاح کا اصل منشا ہے، اسلئے جسطرح اکثر عورتون کے ساتھ حسن معاشرت اور نیک سلوک کرنے کی ہدایت کیگئی ہے انکی دلجوئی کے لئے حکم دیا گیا ہے، ان کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا برتاؤ رکھنے کی تعلیم دی ہے، اسی طرح ہر موقع پر جہان جنس لطیف کے حقوق کی پامالی کا خوف ہوتا ہے، اسلام نہایت بلند آہنگی سے اپنے پیرودن کو متنبہ کرتا ہے اور اتلاف حقوق سے باز رکھتا ہے اس نے ان تمام رسوم وقبائح کی بیخ کنی کر دی، جنمین عورت صرف ایک محض محکوم کی حیثیت سے نظر آتی تھی اور اصل یہ ہے کہ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو عورتون کی پیدائش کی جو غرض وغایت کلام الٰہی نے روشن کی ہے مفقود ہو جاتی، ایک مقام پر ارشاد ہے ومن آیتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ خدا کی نشانیون مین سے یہ بھی ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہارے نفوس سے جوڑے پیدا کئے، جنکی غرض یہ ہے کہ تم اُن کے پاس سے سکون و اطمینان حاصل کرو اور خدا نے تمہارے آپس مین محبت والفت کا بیج بویا ہے۔ اس ارشاد کو اپنے سامنے رکھو اور دیکھو کہ مودت ورحمت کا تقاضا یہی ہے کہ اُنکے حقوق

تلف کئے جائین اور عورت محض ایک خادمہ کی حیثیت سے تمہاری خدمتگذاری مین مصروف رہے، داعی اسلام کی اس تعلیم سے کہ ان آبگینون کو ٹھیس نہ لگ جائے یہی منشا ہے کہ جو حقوق شریعت نے انکے لئے متعین کئے ہین اسمین کوئی قصور اور کمی نہ واقع ہو، نکاح کا اختیار عورت اور مرد دونون کو برابر دیا گیا ہے، معقل بن یسار کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دیدی، انقضائے عدت کے بعد قاعدۂ شرعیہ کے مطابق اُنھون نے تجدید نکاح کی خواہش کی، طرفین راضی تھے لیکن معقل اسمین حارج تھے، اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی ولا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن، (اُن کو (عورتون) کو اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے (سابق) شوہرون سے نکاح کرین) معقل انکے حقیقی بھائی تھے، کہا جاسکتا تھا کہ انکی ممانعت کسی مصلحت پر مبنی ہوگی، لیکن اُنکو صرف اسلئے روکا گیا کہ تم مین سے ہر شخص کو اپنے حدود سے باہر قدم نہین رکھنا چاہیئے کسی سے نکاح کرنے یا نہ کرنے کا حق عورتون کو ہے مردون کو اسمین بغیر انکی اجازت اور مرضی کے دست اندازی کی کوئی ضرورت نہین۔

عرب مین یہ قبیح رسم جاری تھی کہ شوہر کے انتقال کے بعد اُسکی بیوی سوتیلے لڑکون کے حصہ مین وراثتہً آجاتی اور دوسرے اموال متروکہ کی طرح سوتیلے ماں کے بارے مین بھی انکو اختیار رہتا کہ چاہین خود نکاح کرلین اور خواہ کسی دوسرے سے کردین بعض قبائل مین یہ بھی تھا کہ باپ کے مرنے کے بعد سوتیلی ماں پر جس لڑکے کی چادر پڑجاتی وہ اسکی مقبوضہ ہوجاتی، اس حیا سوز رسم کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین، عورتون کی کسقدر حق تلفی ہے انہین کس بیدردی کے ساتھ دوسرے کا مملوک بنایا جاتا تھا قرآن مجید نے اسکا قطعی انسداد کردیا، یا ایھا الذین آمنوا لا ترثوا النساء کرھا اے مسلمانو

عورتون کے زبردستی وارث نہ بنو۔ نکاح کی اس صورت کو اور مواقع پر مصرح طور سے منع کیا گیا، لیکن اس آیت سے صرف اسقدر مقصود ہے کہ عورتون پر اس قسم کے جبر کا روا رکھنا تمہارے شان اسلام کے خلاف ہے، خنسا بنت خذام کا نکاح جنکے والد نے صغر سنی ہی مین کردیا تھا لیکن یہ راضی نہ تھین، اُنھون نے آکر دربار رسالت مین شکایت کی آپ نے نکاح کو فسخ کردیا، (اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۴۴۴) یہ عورت تاریخ اسلام مین جنس لطیف کے حقوق ازدواج مین پہلی محسنہ ہے جس نے گویا اس امر کا سنگ بنیاد رکھا کہ اگر عورت کی رضا و خوشنودی کے بغیر کوئی شادی کیجائے تو وہ اسکے فسخ کرانے کا حق رکھتی ہے انہین حقوق کی حفاظت کے لئے شریعت نے مسئلہ خلع وضع کیا ہے جو قریب قریب مردون کے اختیار طلاق کے برابر ہے، آیت وان امراۃ خافت من بعلھا سے اسی کی طرف اشارہ ہے، بعض اس قسم کے حقوق ہین جنمین مرد اور عورت دونون برابر ہین، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کے حق کا زیادہ لحاظ فرمایا، مثلاً ماں باپ دونون کی خدمت اولاد پر واجب ہے، لیکن حضور نے اکثر مواقع پر ماں کی خدمت کو ترجیح دی ہے بخاری کی ایک روایت ہے کہ ایکبار ایک شخص نے حضور سے پوچھا من احق الناس بحسن صحابتی (میرے حسن معاشرت اور نیک سلوک کا زیادہ تر مستحق کون ہے) آپ نے فرمایا اُمک تمہاری ماں (جلد دوم صفحہ ۹۹۵) ان حقوق کے ادا کرنے کے لئے آپ نے لوگونکو افضل سے افضل خدمات سے روک کر انکی تاکید کی، نسائی مین ہے کہ جاہمہ سلمی نامی ایک شخص آپکے پاس آئے اور شرکت غزا کی اجازت چاہی آپ نے پوچھا کیا تمہاری ماں ہین اُنھون نے کہا ہاں، ارشاد ہوا کہ فالزمھا فان الجنۃ تحت قدمیھا (انکی خدمت کرو کہ جنت اُن کے قدمون کے نیچے ہے) اس تاکید کی وجہ یہی ہے کہ عورتون کو کمزور اور ضعیف سمجھکر لوگ

انکے حقوق کی تکمیل مین تساہل کرینگے، بہرحال شریعت اسلامیہ نے جنس لطیف کے حقوق
کی حفاظت کی اور خواتین اسلام کو اسکا پورا حق دیا کہ وہ اپنے صحیح مطالبات کا تقاضا
نہایت بلند آہنگی سے کرین، وکفی باللہ شہیداً

بعض حقوق کی تفصیل

ان تمام حقوق کی تفصیل جو اسلام نے صنف نازک کو عطا کئے ہین،
اس موقع پر نہین کیجا سکتی، اسکے لئے خود ایک مستقل رسالہ کی حاجت ہے، نیز اردو زبان
مین اسکے متعلق ایک معتدبہ ذخیرہ بھی موجود ہے لیکن ان مین سے دو ایک کے متعلق ہم
کچھ لکھنا چاہتے ہین،

عورتون پر جہان اور مظالم کئے جاتے ہین سب سے بڑا ظلم یہ ہوتا ہے کہ معاملۂ نکاح
وزواج مین جو انکی عمر کا حاصل اور زندگی کا لب لباب ہے انہین کوئی اختیار نہین دیا جاتا
حالانکہ احادیث نبوی اور احکام شریعت اسکے بالکل خلاف ہین، ہم نے اوپر متعدد جگہ تذکرہ
کیا ہے کہ عقد نکاح عورتون کا حق ہے اسکے متعلق انہین کامل آزادی ملنی چاہیئے، رسالت
پناہ کا ارشاد ہے الایم احق بنفسہا؟ ایم اس عورت کو کہتے ہین جسکے شوہر نہو، یعنی ایم
اپنے معاملہ مین خود اختیار رہے، کنواری اور بیوہ دونون کے لئے تصریح ہے کہ انسے نکاح
کے معاملہ مین اجازت لے لینا ضروری ہے۔ یہ حکم خود اسکو ظاہر کرتا ہے کہ مسئلہ نکاح کا
تعلق عورتون سے ہے اور اسی لئے اولیا، اور وکلا، انسے اجازت طلب کرتے ہین تو
کیسے ممکن تہا کہ ہمارے ملک مین اس حکم کی نافرمانی کیجاتی کہ انکے بغیر نکاح کا انعقاد ناممکن ہے
لیکن اس معاملہ مین سب سے بڑی غلطی یہ کیجاتی ہے کہ والدین لڑکیون کی رضا و خوشنودی
کا کوئی خیال نہین رکہتے اور نہ ان سے ان معاملات مین استصواب کرتے ہین، اسلام نے
عورت کو ایک خاص حق دیا ہے جو مہر کے نام سے موسوم ہے، بہت سے ممالک مین

اور ہندوستان کی بعض قومون مین اب بھی یہ رسم ہے کہ اکثر یہ مال عورتون کی طرف سے
مردون کو دیا جاتا ہے لیکن ایسا کرنا فطرت کے اصول تقسیم عمل اور تخصیص فضائل کے
خلاف ہے خود مسلمانون مین ایک بڑے خلیفہ کا یہ خیال ہے کہ مرد اور عورت کے
درمیان عقد نکاح کے بعد جو تعلقات قائم ہوتے ہین اور مرد اس سے جو انتفاع حاصل
کرتا ہے یہ مال اسی کا معاوضہ ہے مگر اصل یہ ہے کہ مردون کو قیم بیت اور مالک خانہ ہونیکی
حیثیت سے عورتون پر ایک قسم کی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے (مرد اور عورت کی باہمی
فضیلت کا بیان آگے آئیگا) لیکن یہ ظاہر ہے کہ ان دونون جنسون کی تخلیق ایک ذات
واحد سے ہوئی ہے خلقکم من نفس واحدۃ تم سب کو ایک ہی ذات سے خدا نے
پیدا کیا، پھر بغیر کسی معاوضہ کے ایک فریق کو دوسرے پر حق ریاست دیدینا اصول مساوات کے
خلاف ہے اسلئے شریعت نے یہ قانون مقرر کیا ہے کہ جسطرح نکاح کے باعث عورت ایک
گونہ مرد کی محکوم ہوجاتی ہے اور یہ ایک قسم کی فضیلت ہے اسکے بالعوض عورتون کو یہ فضیلت
عطا کیجاے کہ انکو مال کی ایک مقدار معین دیجاے کہ دونون مین سے ہر ایک کو ایک
ایک حق فضیلت ملجائے، دوسرے پر تفاضل کا موقع نہ باقی رہے (دیکہو جزء خامس تفسیر
المنار صفحہ ۱۱) اسی لئے قرآن مجید نے ان تمام احکام کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا و لا
تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض تم مین سے بعض کو بعض پر جو فضیلت دیگئی ہے
اسکے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو، اس آیت کے مخاطب عورت اور مرد دونون ہین
کیونکہ اسکے بعد ارشاد ہے للرجال نصیب مما اکتسبوا و للنساء نصیب مما اکتسبن،
(عورت و مرد ہر ایک کے لئے ان کے مکاسب کے لحاظ سے حصہ ہے) جب یہ طے
پاگیا کہ مہر در حقیقت اس فضیلت کا عوض ہے جو مردون کو عقد نکاح کے ذریعہ سے

عورتون پر حاصل ہوتی ہے تو پھر ان قومون کا یہ دستور خلاف اصول ہے کہ عورت کی ذات سے کوئی معاوضہ مرد کو دیا جاے کیونکہ دوسرے لفظون مین اسکے یہ معنی ہونگے کہ مردون کو عورتون پر بغیر کسی معاوضہ کے فضیلت دیجاے۔ ملک کے بعض حصون مین جہیز کے متعلق عجیب وغریب خیالات ہین، اسے مردون کا حق سمجھا جاتا ہے، اسکے لئے لڑائیان ہوتی ہین، جھگڑے برپا ہوتے ہین لیکن جہیز کی اصلیت یہ ہہین وہ والدین کا ایک تحفہ ہے جو لڑکی کو دیا جاتا ہے اُسکی مقدار وتعداد کا انحصار محض قدرت واستطاعت پر ہے۔

اسلام نے سب سے بڑا احسان جو جنس لطیف پر کیا ہے وہ حق وراثت ہے، دنیا کی اکثر قومون نے عورتون کو حق وراثت سے محروم کر دیا ہے لیکن اسلام نے ورثا مین تقریبًا تمام عورتون کو "ذوی الفروض" مین شمار کیا ہے یعنی وہ اصحاب وراثت جنکے حصے شریعت نے لازمی اور ضروری قرار دیدئے ہین، شریعت کے مقرر کردہ حصون مین سب سے بڑا حصہ تلثین ہے، یعنی جائداد کا ۲/۳ حصہ اس حصہ کا مستحق عورتون کے سوا کوئی اور نہین بتایا گیا، اسکی غرض یہی ہے کہ مردون کو خداوند کریم نے کسب ومعیشت کے تمام وسائل عطا فرمائے ہین، عورتین ضرورت خانہ داری کے بار گران سے دبی رہتی ہین، انہین کسب معیشت کا موقع اکثر نہین حاصل رہتا، گو یہ عورتون کے لئے جائز ہی شریعت نے اس مقدار کثیر کا وارث بنا دیا کہ وہ قوت ورزق کی طرف سے مطمئن ہو کر اپنی اولاد کی اصلاح وتربیت مین مشغول رہین اور اُنہین قوم کا ایک اعلیٰ فرد بنائین۔

مسئلہ تعلیم جنس لطیف کے متعلق جو مباحث درپیش ہین اُن مین سب سے زیادہ اہم اور مشکل مسئلہ تعلیم نسوان کا ہے، جدید اور قدیم گروہ کے مابین جو حرب بسوس قائم ہے اسکے اسباب وعلل مین اس مسئلہ کو بھی کافی دخل ہے، بہت سے بزرگون نے اسپر مذہبی رنگ

بھی چڑھا یا ہے اور زیادہ سے زیادہ اسقدر اجازت دی ہے کہ عورتون کو معمولی تعلیم دیجاے لیکن افسوس کہ ان بزرگون نے نہ اسلام کی ہدایات پر گہری نظر ڈالی اور نہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے طرز عمل پر غور کیا اور نہ صحابہ وتابعین کے خیالات کو نظر امعان سے دیکھا کہ انکو نظر آتا کہ قرون اولیٰ مین عورتون کی تعلیم کا کیا زور شور تھا، ازواج مطہرات اور صحابیات نے کیا کیا کمالات پیدا کئے تھے علوم وفنون مین ان کا کیا پایہ تھا، اسلام کا خوان کرم صرف مردون ہی کے لئے نہین اُترا ہے، جنس لطیف بھی اسمین برابر کی حصہ دار ہے، حضرت عائشہ کے علم وفضل سے کون انکار کر سکتا ہے، اجلۂ صحابہ وتابعین اُنسے مسائل مین استفادہ کرتے تھے۔ احادیث مین مختلف مسائل کے ذیل مین عبداللہ بن عمر جیسے بلند پایہ صحابہ کے متعلق اُنکے صحیح اور دلچسپ ایرادات منقول ہین جن سے اُنکے علم ودانش کا پتہ چلتا ہے، انکا شمار مجتہدین صحابہ مین ہوتا تھا صرف یہی نہین بلکہ اور ازواج مطہرات بھی علوم قرآن اور سنن حضرت رسول اللہ کی واقف کامل اور ماہر تھین پس حقیقت مین جنس لطیف کی تعلیم ایک سنت ہے جسکے ادا کرنے کے ہم اسوقت ملزم ہین حضرت ام سلمہ کے متعلق منقول ہے کہ ایکبار حضور نے فرمایا جو لوگ بیعت تحت الشجرہ مین شریک ہوے ہین ان مین سے کوئی شخص دوزخ مین نہین داخل ہوگا، حضرت ام سلمہ نے فورًا عرض کیا کہ قرآن مجید تو کہتا ہے ان منکم الا واردھا (تم مین سے کوئی ایسا نہین ہے جو اسمین (دوزخ مین) داخل نہو) اس ایراد کو سُن کر حضور نے اپنے کلام کی تشریح ایک دوسری آیت قرآنی سے کی۔ کیا آج بھی عورتون کی تعلیم اس درجہ کی ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کے شکوک پیدا کرین، اور علماے ملت سے اسکے جوابات لین، اگر نہین ہوتی تو کیون محمد رسول اللہ صلعم کی سنت سے اعراض کیا جا رہا ہے اگر سچ پوچھو تو مسلمانون کی پستی کا قوی تر سبب عورتون کی جہالت ہے

اگلے ایسی عورتون کی گود مین پرورش پاتے تھے جو حقیقت مین انکو علوم و فنون کا دودھ پلاتی تھین اور مذہب اور قومیت کی روح پھونکتی تھین، عصر نبوت سے لیکر کئی صدیون تک اسکا رواج رہا کہ عورتین مستقل درس دیتین لوگ ان سے استفادہ حاصل کرتے اور انکے سامنے زانوے شاگردی تہ کرنے پر فخر کرتے تھے، امام ابوداؤد سجستانی جنکی سنن صحاح ستہ مین داخل ہے فن حدیث مین ایک عورت کے بھی خوشہ چین تھے، علامۂ سیوطی کی فہرست اساتذہ مین بہت سی صاحب کمال عورتین نظر آتی ہین، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر شخص اسماء بنت عمیس سے اپنے خوابون کی تعبیر پوچھا کرتے تھے، بعض عورتون نے خطابات (لکچرز) مین اتنی مہارت بہم پہنچائی تھی کہ انکو خاص لقب دیئے جاتے تھے، اسماء بنت سکن کو عام طور سے خطیبۂ انصار کا خطاب ملا تھا، نسیبہ بنت کعب سے صحابہ اور علماے تابعین غسل میت کی تعلیم حاصل کرتے تھے، ان تمام تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتون کی تعلیم کے متعلق جو اختلافات ہین وہ اکثر شخصی رایون پر مبنی ہین، صحابہ اور تابعین کا عمل اسکے خلاف ہے۔ بعض ابناے تعلیم جدید مسئلہ تعلیم نسوان کے متعلق حدیث طلبۃ العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ (علم کا طلب کرنا مسلم اور مسلمہ پر فرض ہے) سے استدلال پیش کرتے ہین اسمین شک نہین کہ اس روایت مین مسلمۃ کا ٹکڑا صحیح نہین لیکن عورتون کی تعلیم کے لئے اس لفظ کی حاجت ہی نہین "مسلم" کا لفظ خود عام ہے مردون کے ساتھ مخصوص نہین ہے، قرآن مجید اور داعی اسلام کا یہ عام طرز ہے کہ اس قسم کے مشترک احکام مین گو خطاب صرف مردون سے ہوتا ہے، لیکن ان احکام مین عورتین بھی شامل رہتی ہین اسکی تصدیق ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے کہ ایکبار حضور کے پاس دو ایک عورتین کچھ مخصوص مسائل پوچھنے کے لئے حاضر ہوئین وہ پوچھنے سے شرماتی تھین لیکن جب حضور کو

معلوم ہوا تو آپ نے انہین مسائل شرعیہ کے دریافت مین شرم کرنے سے منع فرمایا اور یہی فرمایا کہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم یہ روایت شرح موطا مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ مین مذکور ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مسلم کا خطاب مرد و عورت دونون کو عام ہے، امام بخاری نے ایک خاص باب عورتون کی تعلیم کا باندھا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین تعلیم نسوان کا مسئلہ ایک خاص اہمیت رکھتا تھا، تعلیم کے متعلق شارع علیہ السلام نے قریب قریب ہر موقع پر لحاظ فرمایا ہے، چنانچہ ایک حدیث مین آیا ہے رجل کانت عندہ امۃ فادبها فاحسن تادیبها وعلمها فاحسن تعلیمها ثم اعتقها فتزوجها فلہ اجران (جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہے اس نے اسکی تعلیم و تربیت، تہذیب و اصلاح اخلاق مین ایک خاص کوشش کی پھر اسے آزاد کرکے اس سے نکاح کرلیا خداوند کریم اسے دوہرا اجر دیگا) یہ حکم لونڈیون کے لئے ہے لیکن تاہم اس سے اندازہ کرسکتے ہو کہ تعلیم کا جن الفاظ مین ذکر کیا گیا ہے کیا انسے یہ مستنبط نہین ہوتا کہ شارع نے جنس لطیف کی تعلیم کا کسقدر لحاظ کیا، بہرحال عورتون کی تعلیم ایک ضروری اور لابدی چیز ہے، مذہب کی طرف سے اسکے لئے کوئی امتناعی حکم نہین صادر ہوا بلکہ جابجا اس قسم کی تصریحات ملتی ہین جن سے اسکے ضروری ہونے کا اشارہ پایا جاتا ہے پڑھنے سے زیادہ اہم مسئلہ لکھنے کا ہے جسکا خود عہد نبوت مین ہم رواج دکھلا سکتے ہین، قدیم خیال کے لوگ اسکے سخت مخالف ہین، حالانکہ ابوداؤد کی ایک روایت مین مذکور ہے کہ حضور نے ایک خاص شخص کو حضرت حفصہ کے لئے مقرر فرمایا تھا کہ وہ انہین کتابت کی تعلیم دے اور اسی بنا پر محققین علما نے اسکے جواز کا فتویٰ دیا ہے (دیکھو فتاوےٰ مولانا عبدالحی) اور ہمارے نزدیک تو یہ بھی ایک سنت ہے جسپر مسلمانون کو عمل پیرا ہونا چاہیئے، عورتون کے علمی کمالات کا تذکرہ انشاء اللہ ہم ایک مستقل رسالہ مین لکھین گے۔

عورت اور مرد کی باہمی فضیلت ان اہم مسائل مین جو آج سے نہین بلکہ سیکڑون برس سے دقیقہ سنج اور نکتہ رس دماغون کا جولانگاہ بنے ہوئے ہین مرد اور عورت کی باہمی تفاضل کا مسئلہ بھی ہے علم کلام کی مفصل اور بسیط کتابون مین صفحے کے صفحے اسی موضوع پر رنگے گئے ہین آج بھی مباحث اور قدما کی تحریرین کوتاہ نظرون کو مغالطہ مین ڈالے ہوئے ہین ہمکو اس سے انکار نہین کہ فطرت نے مردون کو عورتون پر ترجیح دی ہے، قرآن مجید مین اسکے متعلق بعض مصرح نصوص بھی موجود ہین، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ آیات قرآنیہ کے معانی کو جو عجیب وسعت اور انکی جو تعجب انگیز توضیح و تشریح کیگئی ہے قرآن مجید کا سیاق اور شارع علیہ السلام کے اعمال دسنن کبھی اسکی تائید و توثیق نہین کرتے ہمکو یہ تسلیم ہے کہ قرآن مجید مین بتلایا گیا ہے وللرجال علیھن درجة (مردون کو ان پر (عورتون پر) فضیلت حاصل ہے) لیکن یہ فضیلت ان معاملات مین نہین ہے جنکے متعلق آج نہایت بلند آہنگی سے دعوی کیا جاتا ہے بلکہ یہ ان وظائف و اعمال مین ہے جنکا تعلق اعضا و جوارح انسانی سے ہے ظاہر ہے کہ فریضہ جہاد کی ادائیگی، اسباب معیشت کا مہیا کرنا یہ سب چیزین مردون کے لئے مخصوص ہین عورتون کو اُن سے کوئی تعلق نہین کیونکہ قضا و قدر نے اُنکے جسم کی جو ساخت رکھی ہے اور اُنکو جو خاص اعصاب دیئے گئے ہین وہ اس قسم کے مصائب و شاق برداشت کرنے کے لئے ہرگز طیار نہین ہین، لیکن اسکا یہ ہرگز منشا نہین ہے کہ اس فضیلت کے حربہ سے عورتون کے تمام حقوق سلب کر لئے جائین جو اُنکی ترقی و تہذیب کے لئے ضروری اور لازمی ہین، ہم اس موقع پر مصر کے مشہور فاضل مفتی عبدہ کی زرین راے درج کرتے ہین جو حقیقت مین اس فضیلت کے مطلب کو زیادہ واضح کرتی ہے، قرآن مجید مین ارشاد ہے الرجال قوامون علی النساء (مرد عورتون کے محافظ ہین) اس آیت سے مردون کی فضیلت پر ایک پُر زور

استدلال پیش کیا جاتا ہے لیکن اگر ذرا نفس معنی پر غور کر لیا جاے تو اسی آیت سے اس فضیلت کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے، عربی علم ادب کی رُو سے جب قیام کا صلہ علی آتا ہے اسوقت اسکے معنی حفظ و نگہداشت کے ہوتے ہین پس گویا پہلی اور دوسری آیت کے ملانے سے یہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ مردون کو عورتون پر جو فضیلت عطا کیگئی ہے وہ اسی لئے ہے کہ مرد عورتون کی حفاظت و نگہداشت اور کفایت و حمایت کے ذمہ دار ہین علامہ عبدہ اس آیت کی تفسیر مین فرماتے ہین - المراد بالقیام ھذا ھو الریاسة التی یتصرف فیھا المرؤس بارادته واختیارہ ولیس معناھا ان یکون المرؤس مقھورًا مسلوب الارادة لا یعمل عملا الا ما یوجھه الیه رئیسه فانکون شخص قیما علی آخر ھو عبارة عن ارشادہ والمراقبة علیه فی تنفیذ ما یرشدہ الیه ای ملاحظة فی اعماله و تربیة (تفسیر المنار جزو پنجم)

یعنی مردون کو جو اس آیت کریمہ مین عورتون کا محافظ و نگہبان بتایا گیا ہے اسکا مقصود یہ ہے کہ محکوم حاکم کے ماتحت رہ کر اپنے ارادہ اور اختیار کے مطابق ذاتی اعمال و افعال مین تصرف کرتا رہے نہ یہ کہ محکوم محض رہ کر اپنے تمام ارادہ اور حرکات حاکم کے سپرد کر دے اور وہ جدھر باگ پھیر دے بلا چون و چرا اسی طرف مڑ جائے حکومت کی غرض یہی ہے کہ وہ صرف محکوم کے طرز عمل اور طریق کار کی نگرانی کرے۔

اس عبارت سے صاف واضح ہو گیا کہ مردون کی فضیلت کا ماحصل محض عورتون کے طریق کار کی نگرانی ہے، انہین انکی تعلیم وغیرہ مین مزاحمت و ممانعت کا کوئی حق نہین، سطحی نظر مین یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ یہ اعمال (کسب معیشت) وغیرہ مردون کیلئے کیون مخصوص کر دیئے گئے اسکا ایک جواب (اعضا کی ساخت) اُوپر دیا جا چکا ہے ایک اور دوسرا جواب جو فاضل مصری نے تحریر کیا ہے ہم اس موقع پر درج کرتے ہین،

عورتون کے ذمہ اولاد کی تربیت اور پرورش کا ایک ضروری فرض رکھا گیا ہے اور اس خاص فرض کے ادا کرنے کے لئے جو قوت فطرت نے اُسے دی ہے وہ صرف اُسی کے ساتھ مخصوص ہے اور عورت کے بغیر اسکی تکمیل ناممکن محض ہے اور جو فرائض مردون کے لئے رکھے گئے ہین گو اُنکی نسبت یہ ممکن ہے کہ باحسن وجوہ تو نہین تاہم کچھ نہ کچھ عورتین بھی اُسکو پورا کر سکتی ہین، لیکن اگر ان فرائض مین حکماً اور قانوناً عورتون کو شریک کیا جاتا تو وہ فرائض جو عورتون کے بغیر انجام نہین پا سکتے کیونکر مکمل ہوتے اسی لئے شریعت نے کسب معیشت وغیرہ مردون کے لئے اور اصلاح اخلاق وعادات اولاد عورتون کے لئے متعین فرمائی -

آخر مین یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ یہ فضیلت جنس رجال کو جنس نساء پر حاصل ہے اشخاص وافراد اس سے مستثنیٰ ہین کیونکہ شخصی فضیلت اپنے مکاسب ومناقب کا نتیجہ ہوتی ہے ورنہ یون تو علامہ ابن حزم مسلمانون مین سب سے زیادہ درجہ عورتون کا سمجھتے ہین، کیونکہ اُن کے نزدیک ازواج مطہرات سے کوئی افضل نہین -

(ن ق)

مترجمات

کلامِ اقبال

بُلبُلِ ہندوستان

رقم زدہ مسٹر ای، ام فارسٹر

پروفیسر نکلسن کے ترجمۂ اسرار خودی کے بعد سے یورپ مین کلام اقبال پر خاص توجہ ہونے لگی ہے، ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ ایک سے زاید بار ریویو کر چکا ہے، ذیل مین اس ریویو کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے جو مسٹر ای، ایم، فارسٹر کے قلم سے انگلستان کے مشہور ادبی پرچہ اتھینیم مین شائع ہوا ہے، (معارف)

یہ بھی ہمارے شہنشاہانہ طرز حکومت کا ایک کرشمہ ہے کہ اقبال جیسا شاعر جسکا نام گذشتہ دس برس سے اُسکے ہموطن مسلمانان ہند مین بچہ بچہ کی زبان پر ہے، اسکے کلام کا ترجمہ اسقدر عرصہ کے بعد جا کر ہماری زبان مین ہو سکے، ہندوؤن مین جو مرتبہ ٹیگور کو حاصل ہے، وہی مسلمانون مین اقبال کو ہے، اور زیادہ صحیح طور پر ہے، اسلئے کہ ٹیگور کو بنگال کے باہر اُسوقت تک کسی نے نہ پوچھا، جب تک وہ یورپ جا کر نوبل پرائز نہ حاصل کر لائے، بخلاف اسکے اقبال کی شہرت و ناموری یورپ کی اعانت سے بالکل مستغنی ہے، لاہور و دہلی، علیگڈھ و لکھنؤ، بھوپال و حیدر آباد سب اسکی دقتِ نظر و شاعرانہ عظمت کو تسلیم کر چکے ہین، کیا لندن بھی اس فتوی پر مہر تصدیق لگائیگا؟ اس سوال کا جواب اُسی وقت مل سکتا ہے، جب یہ سوال پیش بھی کیا جائے مگر اتبک یہ سوال پیش ہی نہین ہوا ہے، پروفیسر نکلسن کی قابل قدر و بیش بہا کتاب اس سوال کے

محض ایک جزو خفیف سے تعلق رکھتی ہے، معلوم نہین اُنکا یا کسی دوسرے مستشرق کا قلم کب تک صحیح و کامل نقد و تبصرہ کے لئے مواد مہیا کر سکیگا؟ خیر، اسوقت تک ممکن ہو کہ اشارات ذیل ہی کچھ کام دیسکین،

ہندوستان مین شاعری سیاست سے الگ نہین، کاش وہ الگ ہوتی! لیکن بحالات موجودہ اسکی توقع رکھنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے دانتے کو فلورینس کی سیاسیات سے الگ کرنا، رہی اس سیاست کی نوعیت تو یہ ایک مثلث ہستی ہے، جسکے تین اضلاع، رعایا مین ہندو و مسلمان، اور حاکمون مین انگریز ہین، اول الذکر دونون قومین بعض اوقات مشترک محکومیت و شرقیت کی بنا پر باہم متحد ہو جاتی ہین، اور انگریزون کا مقابلہ کرنے لگتی ہین، اور بعض اوقات اپنے مذہبی، نسلی، و معاشری اختلافات کی بنا پر آپس مین لڑنے لگتی ہین، انگریزون کو یہ تغیرات انوکھے معلوم ہوتے ہین، لیکن درحقیقت ان مین کوئی حیرت کی بات نہین، انکا ماخذ و مولد، خود جبلت انسانی ہے، جسکا ظہور ہر ہندوستانی مین ہونا لازمی ہے، ہندی نژاد کے سامنے یہ دو سوال ہر وقت رہا کرتے ہین، آیا اسے اپنے وطن کی جانب رجوع کرتے رہنا چاہیئے، اور ہندوستان کو ایک قوم بنانا چاہیئے، یا اسے اپنے تاریخی ماضی سے سبق لینا چاہیئے، اور اس صورت مین مسلمانون کا کعبۂ مقصود مکہ ہوگا، اور ہندوؤن کا دیدۂ اینتظار خدانخواستہ ہم اس انتخاب مین کیون مدد دینے لگے، تاریخ یورپ کی روشنی مین ہمارے نزدیک یہ ہر دو مقاصد بے معنی ہین، لیکن بہرحال اس دورنگی کے وجود سے انکار نہین ہو سکتا اور نہ اسپر طنز و اعتراض کی کوئی وجہ ہے، اسکا وجود انگریزون کے قدم ہندوستان مین آنے سے بہت پیشتر سے ہے، اکبر کے زمانہ مین تحریک اتحاد قومی کو ترقی رہی، تو اورنگ زیب کے زمانہ مین جذبۂ اختلافات مذہبی کا بول بالا رہا، شاعر کے لئے بشرطیکہ اسکی شاعری گل و بلبل تک

محدود نہین، ان راستون مین سے ایک کا انتخاب ناگزیر ہے، لیکن شاعر چونکہ قواعد ریاضی کا نہین بلکہ اپنے جذبات کا پابند ہوتا ہے، اسلئے اسکی طبیعت مین تلون رہا کرتا ہے اور اہل سیاست اس تلون سے چڑتے رہتے ہین،

اقبال کی شاعری اس کلیہ کی ایک مثال ہے، اقبال کا وطن پنجاب ہے، جو ہندو مسلمانون کے باہمی اختلافات و کشیدگی کے لئے مشہور ہے، انھون نے اپنی شاعری کی ابتدا بجائے قومی رنگ کے مذہبی پہلو سے کی، حالی کی طرح اقبال کا بھی ابتدائی کلام اُنکے ہم مذہبون ہی کے لئے ہے، انکی ایک ابتدائی نظم کا عنوان شکوہ ہے، جسمین خدا کو مخاطب کرکے مسلمانون کے کارنامے اور پھر اُنکے موجودہ زوال و مصائب بیان کئے گئے ہین، اور عرض کیا گیا ہے کہ "ہمین ان تمام کارگذاریون کا صلہ یہ ملا ہے کہ حورین کفار کو نصیب ہوتی ہین، اور برق آسمانی ہمارے حصہ مین آتی ہے" یہ نظم جو بڑی جرارت کے ساتھ لکھی گئی ہے، نہایت مقبول ہوئی، چندروز کے بعد اقبال نے جواب شکوہ لکھا جسمین خدا کی جانب سے یہ متعارف جواب تھا کہ ان مصائب کی ذمہ دار خود مسلمانون ہی کی غفلت و رسم پرستی ہے، شکوہ و جواب شکوہ دونون مین علی گڈھ کی روح سرایت کئے ہوے ہے، وہ علی گڈھ جسکے مشہور اسلامی دار العلوم کا مقصد ہندوستان کا نہین بلکہ اسلام کا احیاء ہے، اقبال کی ایک اور نظم قومی ترانہ ہے، جسکا مطلع یہ ہے، ؎

مُسلم ہین ہم وطن ہے سارا جہان ہمارا

چین و عرب ہمارا، ہندوستان ہمارا

اور اسکے بعد قرطبہ، بغداد، وغیرہ کی نوحہ خوانی کی ہے، لیکن اقبال کے احباب مین ہندو بھی تھے انہین اقبال کے اس رنگ طبیعت پر تاسف ہوا، اور اُنھون نے ایسا بہت کچھ فہمائش کی، نتیجہ یہ ہوا کہ اقبال کی طبیعت نے پلٹا کھایا، اور انکی جو نظم اُنھون نے کہی اسکا عنوان "ہندوستان ہمارا" تھا

اور اسمین مناقب وطن کا تذکرہ تہا، مطلع مین فرماتے ہین،

ہندوستان کے ہم ہین، ہندوستان ہمارا
ہم سب ہین اسکے بلبل، وہ گلستان ہمارا

اسی رنگ مین تمام اشعار ہین، طلبہ مین یہ نظم خاص طور پر مقبول ہوئی، اسکے بعد ۱۹۱۶ء مین اقبال نے نیا شوالا کہا، جسمین یہی خیالات اور زیادہ کمال شاعری کے ساتھ ادا کئے گئے ہین، اسمین مسلمان علما کی تنگ نظری سے تنگ آکر شاعر برہمن کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنے تنگ دائرہ سے باہر نکل کر آے، اور وہ اور یہ دونون مل کر ایک جدید شوالہ تعمیر کرین جسکے برابر بلند دنیانے ابتک کوئی عمارت نہ دیکھی ہو اور وہ صنمکدہ، صنمکدہ "ہند" ہو، صحن خانہ کعبہ کی رونق اسکے صحن مین ہوگی، اُسمین جو بُت ہوگا وہ زرین ہوگا، اسکی پیشانی پر لفظ "ہندوستان" کندہ ہوگا، اسکے جسم پر زنار برہمن اور ہاتھہ مین تسبیح شیخ دونون چیزین ہونگی، اور موذن اوقات نماز پر ناقوس بجایا کریگا، یہ بالکل ایک قومی و وطنی ترانہ ہے، اقبال کے قدر شناسون مین سے بہت سے اس نئے شوالہ سے خوش ہوے، اور بہت سے ناخوش، اور اب مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ اقبال کا قدم ترقی کس جانب اُٹھیگا؟ اس باب مین اگر کسی باہر کے شخص کی راے قابل سماعت ہو سکتی ہے تو اقبال کا قدم کسی ایک راستہ پر آگے بڑہتا نہ رہیگا، بلکہ گردش کرتا رہیگا، اقبال نے کمال ذکاوت جس سے اُن دونون راستون کو محسوس کر لیا ہے، جو قضا و قدر نے اسوقت ہندوستان کے لئے کھول رکھے ہین، اور توقع یہ ہے کہ ماضی کی طرح مستقبل مین بھی اقبال عالم تذبذب ہی مین رہین گے۔

موسومۂ بالا نظمین، اقبال کے اکثر کلام کی طرح اُردو مین ہین، یہ وہی زبان ہے جسمین ہمارے اینگلو انڈین اپنے ملازمین کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہتے ہین اور جسمین انکے نزدیک

اس کے سوا اور کسی مفہوم کے ادا کرنے کی قابلیت ہی نہین، لیکن اقبال اردو کے علاوہ فارسی مین بھی لکھتے رہتے ہین، اور اس سے ایک اور دلچسپ مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔

ہندوستان کا ہر عالم اپنے لئے تصنیفی زبان ایک سے زاید رکھتا ہے، اور قلم اُٹھاتے وقت وہ ان مین سے ایک کا انتخاب اپنے موضوع، نیز اپنے مذاق طبیعت کی مناسبت سے کر لیتا ہے، سیاسیات کو پھر اسوقت اثراندازی کا موقع ملتا ہے، مصنف اگر مسلمان ہے، اور مقصد تصنیف ہندوؤن کے لئے خوش آیند ہے تو وہ یقیناً اُردو کا انتخاب کریگا کہ یہی زبان رفتہ رفتہ ملک کی عام و مشترک زبان ہوتی جاتی ہے، اور اسمین سنسکرت کا عنصر بھی شامل ہے اسی طرح اگر مصنف ہندو ہے تو وہ ہندی زبان اختیار کر لیگا جسکا رسم الخط اگرچہ الگ ہے، تاہم فرہنگ الفاظ مین اُردو سے وہ ضرور ملتی جلتی ہے. لیکن شاعر اگر قومی نہین بلکہ مذہبی خیال کا شخص ہے، اور اُسے ہندوستان جدید کی مرقع کشی نہین بلکہ اپنے مخصوص قدیم فرقہ کے کارنامون کی داستان سرائی مقصود ہے تو وہ آلۂ تصنیف کے لئے کسی قدیم و متبرک زبان کو اختیار کر لیگا، یعنی اگر مسلمان ہے تو فارسی بلکہ عربی کو رکھیگا، اور اگر ہندو ہے تو سنسکرت کو، یہ اسی صورت حال کا اقتضا ہے کہ "اسرار خودی" کا زمانۂ تصنیف اگرچہ ہندوستان ہمارا، اور نیا شوالہ کے درمیان کا ہے، با این ہمہ اُسکی زبان فارسی ہے، اور اسکی روح (اسپرٹ) ان دونون سے بالکل مختلف ہے، اسکے مخاطب صرف مسلمان ہین، اسکے مضامین فلسفیانہ ہین، اسکی زبان فصحاے فارسی کی زبان ہے، اور اگرچہ غیر اسلامی عناصر بھی اسمین موجود ہین لیکن انکا ماخذ ہندو مذہب نہین بلکہ کچھ اور ہی ہے،

اقبال کی تعلیم کی تکمیل یورپ مین ہوئی، انکے پاس اعلیٰ ڈگریان کیمبرج (انگلستان) و میونیخ (جرمنی) یونیورسٹیون کی ہین اور فلسفۂ مغرب کے عالم ہین، اپنے دوسرے معاصرین

کی طرح وہ بھی نیٹشے[۱] سے متاثر ہوئے ہین، اور اُس نے "سوپر مین" (Superman) یا فوق الانسان[۲] کا جو ناصاف تخیل پیش کیا ہے، اُسی کی رہنمائی مین اقبال بھی منازلِ حیات طے کرنا چاہتے ہین، اقبال اپنے کلام کے ذریعہ سے یہ تعلیم پیش کرتے ہین کہ ہمین دشوار اور پرخطر زندگی کا خوگر رہنا چاہیئے؟ ہمین شیشہ نہین، پتھر، قطرات شبنم نہین، لعل بدخشان، بھیڑ نہین، شیر بنکر رہنا چاہیئے، اور ان گوسفندون سے ہمین ہمیشہ محترز رہنا چاہیئے، جو ہماری جماعت کی قوت سے خائف ہوکر ہمین نباتات خوری کی تلقین کرتے رہتے ہین، ایک دلچسپ حکایت مین وہ کہتے ہین کہ شیرون نے جب محض سبزی کو اپنی غذا بنالیا تو بالآخر اُسکے نتائج یہ ہوے،

با پلنگان سازگار آمد علف   گشت آخر گوہر شیری خزف

از علف آن تیزیٔ دندان نماند   ہیبتِ چشمِ شرر افشان نماند

پنجہ ہاے آہنین بے زور شد   مردہ شد دلہا و تنہا گور شد

زورِ تن کاہیدہ خوفِ جان فزود   خوف جان سرمایۂ ہمت ربود

شیر بیدار از فسونِ میش خفت   انحطاطِ خویش را تہذیب گفت[۳]

اس تہذیب سے دور ہی رہنا چاہیئے، عشق و محبت اچھی چیز ہے، لیکن اسے رحم و حرمت سے کوئی واسطہ نہین، یہ گدائی نہین بلکہ دزدی ہے، اور خودی کے لئے باعثِ تقویت ہے، حصول محبت کا یہ طریقہ اگر اختیار کیا جاے تو ایک مرد میدان پیدا ہوگا، اور اسی غبار سے ایک شہسوار ظاہر ہوگا، اقبال اسکا پرجوش استقبال کرتے ہین ؎

اے سوارِ اشہبِ دوران بیا   اے فروغِ دیدۂ امکان بیا

رونقِ ہنگامۂ ایجاد شو   در سوادِ دیدہا آباد شو

۱؎ Nietzsche جرمنی مین ایک زمانہ حال کا فلسفی، ۲؎ اقبال کی اصطلاح مین نائب حق، ۳؎ اسرار خودی طبع دوم صفحہ ۴۹ و ۵۰

نوعِ انسان مزرع و تو حاصلی   کاروان زندگی را منزلی

ریخت از جورِ خزان برگِ شجر   چون بہاران بر ریاضِ ما گذر

سجدہ ہاے طفلک و برنا و پیر   از جبین شرمسارِ ما بگیر

از وجودِ تو سرافرازیم ما   پس بہ سوز این جہان سازیم ما[۱]

یورپ مین بحیثیت معلم اخلاق نیٹشے کا کوئی مرتبہ نہین، فوق الانسان کے عقیدہ مین خرابی یہ آپڑتی ہے کہ آپکے ہمسایہ بھی دیکھتے رہتے ہین، اور جسطرح آپ اسکے مدعی ہوتے ہین اسی طرح وہ بھی کوشش کرتے ہین، جیسا کہ جرمنی کو تجربہ ہو چکا ہے، لیکن یہ نیٹشے پر تنقید کا موقع نہین، اقبال کی خصوصیت یہ نہین کہ وہ اس عقیدہ کے معتقد ہین، بلکہ اُن کا کمال یہ ہے کہ اس مسئلہ کو قرآن سے ملا دیا ہے، اور وہ بھی صرف دو ترمیمون کے ساتھ، نیٹشے امارت نسلی کا قایل اور وجود باری کا منکر تھا، اقبال ان دونون مسایل مین اسکے مخالف ہین، اقبال کے فوق الانسان کے لئے کسی خاص نسل یا نسب کی قید نہین، دوسرے ہستی باری کا قائل ہونا اُسکے لئے لازمی ہے، اسکے بعد اقبال اور نیٹشے مین کوئی فرق نہین رہجاتا، قرآن کی ایک آیت ہے کہ "مین زمین پر اپنا نائب پیدا کرونگا" (انی جاعل فی الارض خلیفہ) اور ایک دوسری آیت مین ہے جسکا مفہوم ہے کہ نیابت الٰہی سے ملائکہ نے اپنی معذوری ظاہر کی اور انسان نے اس بار کو اٹھا لیا، (انا عرضنا الامانۃ الخ) فقہا، انہی آیات سے مسئلہ خلافت کا استنباط کرتے تھے، اقبال ان سے اپنے فوق الانسان کی سند جواز پیدا کرتا ہے، انسان کا فرض یہ قرار دیا جاتا ہے کہ وہ صفات ربانی اپنے مین پیدا کرے، اور اطاعت و ضبط نفس کے مراحل کو طے کرکے نیابت الٰہی تک پہنچے،

۱؎ اسرار خودی (طبع دوم) صفحہ ۷۵، ۷۶،

نائب حق ہمچو جان عالم است — ہستی او ظل اسم اعظم است

از رموز جزو کل آگہ بود — در جہان قائم بامر اللہ بود

لیکن اقبال کے نزدیک) اخلاق الٰہی سے تخلی ہونے کے معنی وصال الٰہی کے نہین جیسا کہ ہندؤن کو صوفیۂ اسلام کو اور خود اقبال کے مرشد راہ، شاعر اعظم رومی تک کو غلط فہمی ہوئی ہے "فوق الانسان" جون جون ذات باری سے قریب تر ہوتا جاتا ہے، اسکی خودی کو ترقی ہوتی جاتی ہے، ترک خودی، فنا و وصال کے عقاید، علامات انحطاط ہین، اور مغلوب ومحکوم اقوام کے مخترعات سے ہین،

یہ واضح رہے کہ اقبال وحدت وجود کے منکر نہین، وہ بیشک کہتے ہین کہ خودی کو خدا مین جذب ہونا نہ چاہیئے، لیکن اسے گول کر جاتے ہین، کہ اگر وہ جذب ہونا چاہے تو ہو سکتی بھی ہے یا نہین، ہندؤن کے عقاید کا خوف ان پر برابر طاری ہے، لیکن یہ ایک ضمنی بات تھی اصلی دلچسپ مسئلہ یہ ہے کہ اقبال نے قرآن و نیٹشے مین تطبیق دیدی ہے اور یہ تطبیق دور از کار تاویلات کا نتیجہ نہین، بلکہ نیٹشے کو محض ہستی باری کا قایل بنا کر یہ نتیجہ صاف نکل آیا ہے، عموماً اہل ہند، مغربی فلسفہ کی تحصیل کے وقت یہ نہین جانتے کہ انکے کام کی کیا کیا چیزین یہان ملین گی، اقبال کی نظر ان سب سے گہری تھی،

اقبال نے اپنی ایک دوسری نظم رموز بیخودی مین اسلام کی ہیئت اجتماعیہ کو اس حیثیت سے پیش کیا ہے کہ مومن اسکے اندر اپنی حیات انفرادی کو فنا کر سکتا، اور شخصی زندگی سے بڑھکر ایک حیات حاصل کر سکتا ہے، لیکن اس نظام کے ساتھ فوق الانسان کا وجود کیونکر باقی رہ سکتا ہے اس سوال کا جواب یقیناً دلچسپ ہوگا اور کیا عجب ہے کہ مسٹر نکلسن اسکا بھی ترجمہ کر ڈالین لیکن رموز بیخودی بھی فارسی مین ہے، حالانکہ زیادہ ضرورت اقبال کے اردو کلام کے

ترجمہ کی ہے کہ شاعری کی عظمت کا اصلی دارومدار اسی پر ہے، اقبال کی شاعرانہ عظمت مسلم ہے اگرچہ دہلی کے بعض ہٹیلے اہل زبان اقبال کے پنجابی ہونے پر طعن کرتے رہتے ہین اور رہنمایان سیاست متاسف رہتے ہین کہ اقبال انکا بالکل ہم آہنگ کیون نہین ہوجاتا، اقبال کی ایک ذکی الحس و متلون شخصیت ہے، جسکے اندر غالباً آتش حق کے شرارے موجود ہین، اُنکی مثال اس بلبل کی سی ہے جو سیاسیات کی ہنگامہ آرائیون سے پریشان ہوگئی ہو، لیکن اسکے لئے ان واقعات سے بالکل قطع نظر کرنا بھی ممکن نہو، اسوقت ہندوستان و اسلام دونون اس بلبل کے لئے گلستان کا کام نہین دیسکتے، اقبال کی آواز سب سے زیادہ صاف اسوقت معلوم ہوتی ہے، جبوقت اسکے ضمیر کو پورا سکون ہوتا ہے اور اُسکا وطن اصلی دُور دراز سے اپنی طرف اشارہ کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے، وہ وطن جسکے راستہ کا ریگستان، ہندو، مسلمان، انگریز سب کو یکسان طے کرنا ہے، خود اقبال کہتے ہین۔

نغمۂ من از جہانے دیگر است — این جرس را کاروانے دیگر است

اے بسا شاعر کہ بعد از مرگ زاد — چشم خود بر بست و چشم ما کشاد

رفت باز از نیستی بیرون کشید — چون گل از خاک مزار خود دمید

(اہتمیم)

اخبار علمیۃ

سنہ رواں مین پیرس یونیورسٹی مین طلبہ کی کل تعداد ۶۰۰، ہے ۱۹۱۳ء میں ان کی تعداد ۱۳۰۰۰ ہزار تھی، یہ کمی سب سے زیادہ، ادبیات، قانون وطبعیات کے شعبون مین ہوئی ہی،

فرانس مین سب سے زیادہ معزز علمی انجمن فرنچ انسٹیٹیوٹ کے نام سے موسوم ہی، اس کا ممبر ہوجانا فرانس مین اسی درجہ کا خاص اعزاز سمجھا جاتا ہی، جیسا انگلستان مین رائل سوسائٹی کا فیلو منتخب ہوجانا، اس انسٹیٹیوٹ کی بنیاد نپولین کے ہاتھ سے ۱۷۹۵ء مین پڑی تھی، یہ انسٹیٹیوٹ ہرقسم کے علوم کا جامع ہے، اور اس کے ارکان کی فہرست مین سائنس، فلسفہ انجینرنگ وغیرہ ہرعلم وفن کے مشاہیر واساتذہ کا نام نظر آتا ہی،

انسٹیٹیوٹ مذکور کی ماتحتی مین پانچ مجلسین اور بھی ہین، جن مین سے ہر ایک 'اکاڈمی' کہلاتی ہے، ان مین جو سب سے زیادہ مشہور وقدیم ترین ہے اس کا نام فرنچ اکاڈمی یا عرف عام مین مطلق اکاڈمی ہے، اسے رشلو نے ۱۶۳۵ء مین قایم کیا تھا، اس کے ارکان کی تعداد چالیس تک محدود رہتی ہی، دوسری اکاڈمی ادب وانشا کی ہے، تیسری، سائنس کی، اور چوتھی فنون لطیفہ کی، یہ تینون اکاڈمیان ۱۸۱۶ء سے قایم مین، پانچوین اکاڈمی اخلاقیات و

سیاسیات کے لئے مخصوص ہی، اور ۱۸۳۲ء سے قایم ہے،

رسالہ پاپولر سائنس سیفنگر نے مختلف وحشی قبائل مین صنعت نسوان کے مخصوص مشاغل وحالات سے متعلق کچھ معلومات درج کیئے ہین، جن سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے، کہ دونون ذکور واناث، ہر دو اصناف کے فرائض، انسان کی ابتدائی زندگی مین بھی ایک دوسرے سے جدا جدا ہوتے ہین، نیوانالینڈ کے وحشیون مین کاشتکاری صرف مرد کرتے ہین، اور عورت کے لیئے زرعی جانورون کو مس کرنا تک حرام ہی، اسکیمو قبیلہ کے نزدیک مرد کا عورت کے فرائض ومشاغل مین شرکت کرنا سخت جرم ہی، اکثر قبائل مین، مرد وعورت کی مشارکت طعام قطعًا ناجائز سمجھی جاتی ہی، بعض قبائل مین ہر دو اصناف کے درمیان اسقدر علیحدگی رکھی جاتی ہی کہ مردون کی زبان بھی عورتون کی زبان سے بالکل الگ ہوجاتی ہی، چنانچہ قبیلہ کارب مین دو مستقل زبانین مستعمل ہین، ایک مردانی، دوسری زنانی، قبیلۂ ڈابک مین ہرن کا گوشت مرد کے لئے ممنوع ہے درانحالیکہ ان کی عورتون کی یہی خاص غذا ہی،

مسلمان اِس خبر کو سُنکر یقینًا خوش ہون گے کہ رایٹ آنریبل سید امیر علی کی انگریزی تاریخ اسلام (History of Saracens) کا پہلا ایڈیشن عرصہ ہوا ختم ہوگیا، اور اس کی مانگ اتنی رہی کہ صاحب مطبع کو اسکا جدید ایڈیشن شائع کرنا پڑا،

رایل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل کے پچھلے نمبر مین پروفیسر براؤن نے چند کتابون پر تبصرہ کیا ہی، جس کا مطالعہ اسلامی وشرقی علوم سے ذوق رکھنے والون کے لئے خاص طور پر دلچسپ

ہوگا، وہ کتابین یہ ہین:-

(۱) "ایران کا قومی شاعر" اس عنوان سے پروفیسر نولڈیکی نے جرمن زبان مین ایک کتاب آج سے پچیس برس پہلے شایع کی تھی، اور اب اسے ترمیم، ونظر ثانی، حذف و اضافہ کے بعد پھر شایع کیا ہی، اصل موضوع شاہنامۂ فردوسی پر ایک مفصل و مبسوط تبصرہ ہی،

(۲) "قدیم ایرانی شاعری، ابتدا سے عہد فردوسی تک (۶۰۰ قبل مسیح تا ۶۵۰ء) یہ انگریزی زبان مین پروفیسر ولیم جیکسن (کولمبیا یونیورسٹی) نے شایع کی ہی،

(۳) ترجمۂ مناقب العارفین، جلد اوّل۔ مولانائے روم کے حالات وسوانح مین سب سے زیادہ مستند کتاب یہی ہی، مسیو ہوار نے اس کے ابتدائی تین ابواب کا ترجمہ فرنچ مین شائع کیا ہی،

(۴) "شیخ سعدی" اس عنوان سے ڈاکٹر ماسی نے فرنچ زبان مین شیخ سعدی کے سوانح وتصانیف پر تبصرہ کیا ہی،

(۵) "ایران ودول یورپ کے تعلقات، (۱۸۶۰ء تا ۱۹۱۹ء)" یہ ضخیم کتاب جس مین ایران اور تقریبًا کل دول یورپ، یعنی انگلستان، روس، فرانس، بلجیم، آسٹریا، جرمنی، ٹرکی، امریکہ وغیرہ کے تعلقات مندرج ہین، ڈاکٹر ولیم لیٹن نے جرمن زبان مین شائع کی ہی،

(۶) "گنج شایگان" فارسی زبان مین اقتصادیات ایران پر ہی، مصنفۂ سید محمد علی جمال زادہ (سلسلۂ انتشارات ادارۂ کاوہ۔ برلن)۔

(۷) ترجمہ انگریزی اسرار خودی، از پروفیسر نکلسن، اس کا ذکر ان صفحات مین ایک سے زاید بار آچکا ہی،

(۸) "یادگار پروفیسر نولڈیکی" مشہور مستشرق پروفیسر نولڈیکی کی ہشتاد سالہ سالگرہ کے موقع پر یہ مجموعۂ مضامین موصوف کے تلامذہ نے مرتب کرکے پیش کیا ہی،

(۹) یادگار پروفیسر اینڈریاس۔ جرمنی مین بعد پروفیسر نولڈیکی کے یہی صاحب اسلامی وایرانی علوم کے سب سے بڑے ماہر سمجھے جاتے ہین، ان کی ہفتاد سالہ سالگرہ کے موقع پر یہ مجموعۂ مضامین ان کے تلامذہ نے ترتیب دیا ہی،

دنیا مین سونے کا ذخیرہ اس وقت سب سے زیادہ جس ملک مین موجود ہی، وہ امریکہ ہی، امریکہ کی حیرت انگیز دولت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہی کہ جنگ کے قبل وہ بہ قدر .... ۵ ڈالر کے دوسرے ممالک کا قرضدار تھا، لیکن آج بہ قدر ....۱۰ ڈالر کے دوسرے ممالک اس کے قرضدار ہین!

امریکہ کی آبادی دنیا کی مجموعی آبادی کے مقابلہ مین صرف ۶ فی صدی، اور اسکا رقبہ دنیا کے مجموعی رقبہ کے مقابلہ مین صرف ۷ فی صدی ہی، بااینہمہ دنیا کے بازارون مین جس قدر سامان وہ مہیّا کرتا ہے اسکا اندازہ اعداد ذیل سے ہوگا:-

سونا	۲۰ فی صدی
چاندی	۴۰ فی صدی
لوہا	۴۰ 〃
سیسا	۴۰ 〃
تانبا	۶۰ 〃
کوئلہ	۵۲ 〃
روئی	۶۰ 〃
گیہوں	۲۵ 〃

المونیم	۶۰ فی صدی
تیل	۶۶ "
موٹر کار	۸۵ "

بوسٹن (امریکہ) کا طبی رسالہ، بوسٹن میڈیکل اینڈ سرجیکل جرنل لکھتا ہے، کہ اسپتال مین ایک سیزدہ سالہ لڑکی داخل ہوئی جس کے متعلق ڈاکٹرون کی تشخیص تھی، کہ اس کی امعاء اعور (اندھی آنت) مین ورم ہوگیا ہے، ایک سال سے زاید ہوگیا تھا، کہ ہر دوسرے تیسرے مہینہ اسے شدید درد معدہ کے دورہ پڑنے لگے تھے، جو ایک ایک ہفتہ رہتے تھے، اور اس مدت مین وہ بیتاب ہو ہو جاتی تھی، دورون کے درمیانی وقفہ مین بھی ہلکا ہلکا درد ہر وقت رہا کرتا تھا جو چلنے پھرنے سے بڑھ جاتا، اور لیٹنے سے جاتا رہتا، اسپتال مین اس پر عمل جراحی کیا گیا تو اس کے معدہ کے اندر سے بالون کا ایک گچھا برآمد ہوا، جس کی ضخامت خود معدہ ہی کے حصۂ اندرونی کے مساوی تھی، اور جس کا وزن قریب سات آؤنس کے تھا، معلوم یہ ہوا کہ اس لڑکی کی یہ عادت پڑ گئی تھی، کہ اپنے سر کا بال اکھاڑتی اور اُسے اپنی انگلی مین لپیٹ کر انگلی کو چوسا کرتی،

ایک سائینٹفک رسالہ لکھتا ہے، کہ آفتاب کبود صرف ایک بار دکھائی دیا تھا، اس کے علاوہ ماضی مین اس کی کوئی مثال موجود نہین، اور نہ شاید مستقبل مین ہو سکے، یہ واقعہ ۱۸۸۳ء کا ہے، اس سال کے موسم بہار مین جزیرہ سنڈا اسٹیٹس مین کوہ آتش فشان نے دفعۃً آتشباری شروع کر دی تھی، جو اسقدر سخت تھی کہ متعدد پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر ہوا مین اڑ گئے تھے،

زمین مین ایک ہزار فٹ گہرا غار ہوگیا تھا، اور گرد ورون مین پتھر اور مٹی کا بادل، امیل کے دور مین محیط ہوگیا تھا، آفتاب کا رنگ اس وقت نیلا ہوگیا تھا،

بحیرۂ جاپان مین ایک جزیرہ میو اجیما ہے، وہان کی سلطنت کا ایک عجیب و غریب قانون یہ ہی، کہ اس کے حدود کے اندر پیدائش، موت، اور کتون کا پالنا، یہ تین چیزین سنگین جرائم مین داخل ہین، کتون کا نہ پالنا تو کوئی ایسی بڑی بات نہین، البتہ اس قانون سے باشندون کو سخت تکلیف رہتی ہی، کہ کسی انسان کا نہ اس سرزمین پر تولد ہونا جائز ہے اور نہ وفات پانا، یہ پُر درد نظارہ بارہا دیکھنے مین آتا ہے، کہ ایک شخص پر عالم سکرات طاری ہے، اور اس کے ورثا، جلدی جلدی اُسے کشتی پر لئے ہوے بھاگے جا رہے ہین، کہ اس کی روح اس سرزمین سے باہر قبض ہو، علیٰ ہذا ایک عورت درد زہ کے آلام مین مبتلا ہے، اور اسکے اعزہ جلد سے جلد اُسے ساحل سے دور کرنے کی فکر مین لگے ہوئے ہین، با اینہمہ فطرت کے انتظامات کبھی کبھی اِن قوانین کی خلاف ورزی پر مجبور کر ہی دیتے ہین، اسوقت زچہ کو، یا متوفی کے اعزہ کو سخت سزائین برداشت کرنا ہوتی ہین،

وینس (اٹلی) کے ڈاکٹر پالیس نے اپنے تجربات کی بنا پر دعویٰ کیا ہی، کہ ملیریا کے علاج مین اِکس ریز کی مدد نہایت کامیاب ثابت ہوئی ہے، وہ اسکے متعلق ۱۹۱۶ء سے تجربات کر رہے ہین، اور اس نتیجہ پر پہنچے ہین، کہ اگر طحال پر اکس ریز کا اثر ڈالا جائے تو طحال کا بڑھنا از خود موقوف ہو جاتا ہی، اور اس سے کنین کے اثر کو بہت تقویت پہنچ جاتی ہی،

ایک فرنچ طبیب، ڈاکٹر ولیوین نے اپنے تجربات کی بنا پر ظاہر کیا ہے کہ ہچکی آنیکا بہترین علاج زمین پر چپ چاپ سیدھے (چت) لیٹ جانا ہے،

(پاپولر سائنیس)

کچھ مدت ہوئی لندن کے مشہور طبی رسالہ لینسٹ نے ایک نوجوان شخص کی کیفیت شائع کی تھی، جو مادرزاد نابینا تھا، اور ایک بڑی حدتک فاتر العقل وضعیف الدماغ تھا باایںہمہ ریاضی کے دقیق ترین سوالات کو چشم زدن مین حل کر دیتا تھا، چنانچہ ہزار دن کا جزر مربع دو چار سکنڈ، اور لاکھون کا جزر مکعب چند سکنڈ مین بتا دیتا تھا، ایک مرتبہ اس سے سوال کیا گیا کہ ۵،۰۷،۳۴۸،۴۶۵ کا جزر مربع کیا ہوگا؟ اور اس نے تیرہ سکنڈ کی مدت مین جواب دیا، کہ ۷۷،۵۔ اس سے بھی بڑھکر حیرت انگیز یہ واقعہ ہے کہ اگر ۶۴ صندوق ایسے ہون جنمین پہلے صندوق مین ایک دانہ غلہ کا ہو، دوسرے مین دو، تیسرے مین چار چوتھے مین آٹھ، پانچوین مین سولہ، اور اسی تناسب سے پورے چونسٹھون صندوق بھرے ہون تو مختلف صندوقون مین انکی کیا کیا تعداد ہوگی؟ اس نے فی الفور بلا تامل جواب دیا کہ کو چودھوین صندوق مین انکی تعداد ۸۱۹۲ ہوگی، اٹھاروین مین ۱۳۱۰۷۲، اور چوبیسوین مین ۸۳۸۸۶۰۸ اور ۶ سکنڈ کے اندر کہا کہ اڑتالیسوین بکس مین ۱۴۰،۷۳۷،۴۸۸،۳۵۵،۳۲۸ ہوگی! اس پر اس سے یہ سوال کیا گیا کہ پورے چونسٹھون صندوق کے اندر مجموعی تعداد کیا ہوگی؟ اسکا جواب ۴۵ سکنڈ کے اندر اسکی زبان پر تھا، کہ ۱۸،۴۴۶،۷۴۴،۰۷۳،۷۰۹،۵۵۱،۶۱۵۔

جو لوگ صبح سات بجے کے بعد بیدار ہوتے ہین، اور گیارہ بجے شب کو سوتے ہین،

انکی تازگی و قوت دماغ کا بہترین وقت کیا ہوتا ہے؟ ڈاکٹر ڈن کی تازہ تحقیقات ہے کہ ۱۰ بجے دن کا وقت سب سے بہتر ہوتا ہے، ۱۲۵ اشخاص پر تجربہ کیا گیا اور اسکے نتائج حسب ذیل نکلے،

وقت	درجۂ قوت وتازگی دماغ
۸ بجے صبح	۱۰۰
۹ "	۱۰۴/۳
۱۰ "	۱۰۶/۲
۱۱ "	۱۰۵/۶
۱ بجے دوپہر	۹۸/۷
۲ " سہ پہر	۱۰۰/۶
۳ " "	۱۰۵/۱
۴ "	۱۰۴/۲
۵ "	۱۰۰/۴

گویا دماغی کام کرنے کے لئے سب سے زیادہ نامناسب وناموزون وقت دوپہر کا اور دوپہر کے بعد کا ہوتا ہے کہ اس وقت دماغ سب سے زیادہ خستہ وپراگندہ ہوتا ہی، ہندوستان مین دوپہر کے کھانے کے بعد جو قیلولہ کا رواج ہے، وہ شاید اسی مصلحت پر مبنی ہے۔

ہمالیہ کی مشہور چوٹی کوہ ایورسٹ، جس پر چڑھنے کے لئے محققین فن جغرافیہ کا وفد آج کل آیا ہوا ہے، دنیا کے پہاڑون کی بلندترین چوٹی ہے، کچھ عرصہ پیشتر تک

علمائے فن کے اندازہ مین اسکی بلندی ۲۹۰۰۲ فٹ تھی، لیکن آخری اعداد کے بموجب اسکی بلندی کا تخمینہ ۱۳۸ فٹ اور زائد یعنی ۲۹۱۴۰ فٹ قرار پایا ہے، مقیاس الہوا (بیرومیٹر) کا درجہ معمولی سطح زمین پر ۳۰ انچ کا رہتا ہے، لیکن ایوریسٹ پر صرف ۹ انچ تک رہتا ہے، اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اس چوٹی پر چیز و ن کا وزن نسبتہً بہت ہی خفیف معلوم ہوگا، مثلاً ہوا کا وزن جو عام سطح زمین کے ایک میل مربع کے رقبہ پر ۲۸۰۰۰۰۰۰ ٹن رہتا ہے، ایوریسٹ پر صرف ۸۰۰۰۰۰۰ ٹن محسوس ہوگا۔

سلسلۂ کوہستان ہمالیہ مین ۴۸ چوٹیان ایسی ہین، جنکی بلندیان ۲۴۰۰۰ فٹ سے اوپر ہین، اور دو پہاڑ ایسے ہین جنکی بلندی ۲۸۰۰۰ فٹ سے بھی متجاوز ہے ایک کنچنگا اول، دوسرے کنچنگا دوم۔ ابتک بلند ترین پہاڑ جس پر انسانی قدم پہنچ سکا ہے کوہ ترسول (ٹرلیسل ماؤنٹ) ہے، جسکی بلندی سطح سمندر سے ۲۳۴۰۶ فٹ کی ہے اس پر ڈاکٹر لانگ استاف ۱۹۰۷ء مین چڑہے تھے، دوسرے نمبر پر ڈیوک آف ایروزی کی ہمت کو کہا جاسکتا ہے، جو ۱۲ء مین براڈ پیکپر چڑہے تھے، جسکی بلندی ۲۴۰۰۰ فٹ سے متجاوز ہے۔

سینماٹوگراف مین اب تک جو تصاویر دکھائی جاتی تھین۔۔ اگرچہ متحرک ہوتی تھین، لیکن خاموش رہتی تھین، اب سویڈن کے ایک ماہر سائنس سیوسون برگلینڈ نے ایک ایسی ایجاد کا دعویٰ کیا ہے، جسکے ذریعہ سے ان تصاویر مین گویائی بھی آجائیگی یعنی ان مین حرکت و آواز دونون ایک ساتھ پیدا ہونے لگین گی، کہا جاتا ہے یہ

سائنٹسٹ اس کوشش مین دس بارہ سال سے مصروف تھا۔

ایک سائنٹنک رسالہ لکھتا ہے کہ کوہ ایورسٹ کی چڑہائی کے بعد اب جبکہ قطب شمالی وجنوبی کی تحقیقات بھی تقریباً تکمیل کو پہنچ چکی ہے، انسان کے لئے خشکی پر اپنی جغرافیانہ بلند حوصلگیون کے پورا کرنے کا کوئی اور میدان نہ باقی رہ جائیگا اور اسوقت اسکی عنان توجہ قدرةً تری کی جانب منعطف ہوگی، بحریات سے متعلق ابھی صدہا امور ایسے باقی ہین، جنکی بابت معلومات حاصل کرنا بریات کی تحقیقات سے کچھ کم دلچسپ و اہم نہین۔ شاید بہت کم لوگون کو معلوم ہو، کہ جس طرح خشکی مین پہاڑون کی بلند ترین چوٹیان ہوتی ہین، اسی طرح سمندر مین عمیق ترین غار بھی ہین، چنانچہ بحر سلاے مین کی ٹرنج نامی ایک غار ۳۲۱۴۴ فٹ، اور بحر ہند مین سنڈا ٹرنچ نامی ایک غار ۲۲۹۶۸ فٹ گہرا ہے، اور بحر الکاہل (پاسفک) مین فلپائن کے قریب تو ایک غار اسقدر عمیق ہے کہ پورا کوہ ایورسٹ اسکی تہ مین بخوبی غرق ہوسکتا ہے، اس غار کی گہرائی ۳۲۰۸۹ فٹ ہے، ان گہرائیون تک پہنچنا تو الگ رہا، ابتک جو بہترین آبدوز کشتیان ایجاد ہوئی ہین وہ بھی تین سو فٹ سے زیادہ غوطہ نہین لگاسکتین ماہرین فن کی یہ قطعی رائے ہے، کہ کوئی غرق شدہ جہاز سمندر کی تہ تک نہین جاتا، بلکہ ہر جہاز سطح آب سے چند فٹ نیچے اتر کر معلق رہ جاتا ہے، اگر ان گہرائیون تک پہنچنے کی کوئی تدبیر نکل آتی، تو معلوم نہین کتنا ذخیرہ جسکو اسوقت قطعاً ضائع شدہ سمجھا جارہا ہے، برآمد ہوجائے۔

آج کل بعض ماہرین حیوانیات کے پیش نظر یہ سوال ہے کہ آیا بڑے مینڈک آگ کی حرارت سے متاثر ہوتے ہین یا نہین؟ ڈاکٹر وڈلینڈ نے حال مین یہ تجربات انگلستان و ہندوستان دونون ملکون مین کئے کہ جلتے ہوئے سگرٹ کے ٹکڑے اور دہکتے ہوئے انگارے ان بڑے مینڈکون کے آگے ڈالدے اور یہ بلا تامل اور بغیر کسی قسم کی تکلیف کا اظہار کئے انہین نگل گئے، اس سے قیاس تو یہی ہوتا ہے کہ بڑے مینڈکون پر آگ کی حرارت اثر نہین کرتی، قدما کا خیال تھا کہ بعض چھپکلیان (چھپکلی اور مینڈک متحد الجنس نوعتین ہین) آگ کھا کھا کر رہتی ہین۔

انگلستان کے ایک ممتاز سیّاح پادری جان راسکو، مشرقی افریقہ مین سالہاسال کی اقامت کے بعد اب وطن واپس ہوئے ہین اور افریقہ سے متعلق بیسیون عجیب وغریب معلومات کا ذخیرہ اپنے ہمراہ لائے ہین، ذخیرۂ معلومات کے علاوہ کافی ذخیرہ اشیا نوادر بھی انکے ہمراہ ہے، جن مین پچاس کے قریب ایسی بوٹیان ہین جو ملیریا، آتشک وغیرہ کے شدید ترین اقسام کے لئے اکسیر ہین، قسم قسم کے زہر ہین، اور انواع و اقسام کے آلات، اوزار و اصنام ہین جنمین سے بعض چار چار ہزار سال کے ہین! ریورنڈ راسکو، رایل سوسائٹی کی جانب سے سرکاری حیثیت سے اس جغرافیانہ تحقیقات پر مامور ہوئے تھے اور بعض فیاض طبع افراد نے انکی مالی امداد بھی کی تھی، انکی عمر ۶۰ سال سے اوپر ہے، انھون نے ہزارہا میل کی مسافت عموماً بایسکل پر سوار ہو کر طے کی۔

پادری موصوف کا بیان ہے کہ بعض وحشی قبائل انہین ایسے ملے جنکی غذا بجز دودھ کے اور کچھ نہین، البتہ جب کوئی گائے مرجاتی ہے تو اسکا گوشت کھاتے ہین اور اسکے بعد بارہ گھنٹہ تک لازماً روزہ رکھتے ہین، مویشیون کی اسقدر افراط ہے کہ جس سردار کے پاس بیس ہزار کی تعداد مین گائے بیل ہون، وہ چھوٹے درجہ کا سمجھا جاتا ہے، بعض مردم خور قبائل سے سابقہ پڑا، انکی عورتین نہایت ہی فربہ ہوتی ہین اور مرد دبلے پتلے لیکن نہایت طویل القامت اور مضبوط ہوتے ہین، اکثرون کا قد چھ فٹ سے نکلتا ہوا ہوتا ہے، ایک مردم خور شخص نے اپنا تجربہ بیان کیا کہ "انگریزون کا گوشت کھانے مین سخت اور چرپرا ہوتا ہے، برخلاف اسکے ہندوستانیون کا ملایم ولذیذ ہوتا ہے"

بعض قبائل سیاح مذکور کو ایسے ملے جنمین لڑکیون کی منگنی انکے پیدا ہوتے ہی کردی جاتی ہے اور ۱۲-۱۴ برس کے سن مین انکی شادی کردی جاتی ہے، شادی سے قبل اگر انکی نیک چلنی مشتبہ پائی گئی، تو اسکی سزا انہین قتل ملتی ہے، بعض قبائل ایسے بھی ملے جنمین عورت کی بدچلنی شادی سے قبل چندان معیوب نہین سمجھی جاتی۔ لیکن شادی کے بعد اسکی سزا موت ہوتی ہے، مسٹر راسکو کو شاہ تیمور کے دربار مین بھی باریابی کا موقع ملا، یہ بادشاہ باوجود ایک وحشی قبیلے کے فرد ہونے کے مشنریون کی کوششن سے عیسائی ہوگیا ہے، اس نے راسکو صاحب کی خدمت مین وہ نادر ذخیرہ پیش کیا، جس سے آج سے چار ہزار سال قبل کی تاریخ کی بیسیون گتھیان کھل جاتی ہین

اپریل مین جو چاند گرہن واقع ہوا ہے اس سے ہیئت دانون مین پھر کرہ ماہتاب کے متعلق تحقیق و تفتیش کی ایک تحریک پیدا ہوگئی ہے، ابتک بہت کم لوگون نے اس حقیقت پر غور کیا ہوگا، کہ گردش ارض و دور قمر کے باوجود چاند کا ایک ہی رُخ زمین کی جانب رہتا ہے، گویا وہ ایک گیند ہی جو ایک غیر مرئی ڈور سے ہمارے کرۂ ارض سے بندھا ہوا ہے، اسکا دوسرا رخ ہمیشہ ہمارے لئے مخفی و مستور رہا ہے، جو رُخ ہمارے پیش نظر ہی، اسکے لحاظ سے سطح ماہتاب تمامتر ویران، غیر آباد، و سنسان ہے کہ اسکے مقابلہ مین صحراے افریقہ کو شاداب وگلزار کہہ سکتے ہین، اسکی سطح پر بجھے ہوئے آتشین پہاڑون کی وہ مہیب و ہولناک کثرت ہے کہ جنکے مقابلہ مین زمین کی کوئی شے نہین پیش کی جاسکتی، ہوا، پانی وغیرہ جن جن چیزون سے حیات وابستہ سمجھی جاسکتی ہی اُن مین سے ایک چیز بھی ماہتاب مین موجود نہین،

(پاپولر سائنس)

مشہور ماہر فلکیات، سر جارج ڈارون کی تحقیقات نے یہ قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ آج سے کئی کرور سال ہوے، چاند یا تو ہمارے کرۂ ارض ہی کا ایک جزو تھا، یا اسکی تخلیق کرۂ ارض سے متصل اسی مادہ سے ہوئی، جس سے زمین بنی ہے اور غالباً چند ہی ہزار سال اُدھر زمین پر دن رات ۲۴ گھنٹہ کے نہین، بلکہ کل آٹھ گھنٹے کے ہوتے تھے، ماہتاب مین جو قوت کشش ہے، اسکے اثر سے بحر ارضی مین بکثرت مدوجزر پیدا ہونے لگے، اور اس سے جو رگڑ فضا مین پیدا ہوئی، اس نے زمین کی شرح گردش محوری کو گھٹانا شروع کر دیا، اول اول یہ رفتار بہت تیزی سے

دہیمی ہونے لگی، لیکن اب مدہم ہونے کی شرح دو ہزار سال مین ایک سکنڈ کی رہ گئی ہے، رگڑ ہی کے اثر سے ارض و ماہتاب کا درمیانی فاصلہ بھی زیادہ ہوتا گیا تا آنکہ اسوقت مرکز ماہتاب کی مسافت مرکز ارض سے بقدر ۲۳۸۸۳۳ میل کے ہی ماہتاب کا قطر ۲۱۶۰ میل ہے جو زمین کے قطر سے کچھ اوپر ایک رُبع (۱/۴) ہے اور چاند کی دبازت بمقابلہ زمین کی دبازت کے قریب ۱/۵۰ کے ہے،

(ایضاً)

مسٹر کارنل، فیلو رایل جیوگرافیکل سوسائٹی جو جنوبی افریقہ کی بست سالہ سیاحت کے بعد انگلستان واپس آئے ہین، لکھتے ہین کہ مین نواح دریاے آرنج کے باشندون سے بارہا سنا کرتا تھا کہ اس دریا مین ایک مہیب و عظیم الشان جانور رہتا ہے، جسکی گردن سطح آب سے دس فٹ بلند رہتی ہے اور جو مویشیون کو نگل جاتا ہے مین اس روایت کو محض افسانہ سمجھتا تھا، لیکن گذشتہ مئی مین مین نے بچشم خود اس اژدر کو دیکھا۔

آثارِ علمیہ و ادبیہ

مفتی صدر الدین خان آزردہ، صدر الصدور دہلی

کا خط

نواب مصطفی خان شیفتہ کے نام

مفتی صاحب موصوف غدر کے پس و پیش زمانہ میں دلّی کے سر برآوردہ علماء میں سے تھے
حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ مین تھے، شعر و سخن کے لحاظ سے غالب
کے ہمنشینون اور حریفون مین تھے، دلّی مین اونچے درجہ کے طلبہ کو بے مزد و اجرت علمائے سلف
کے طریقہ پر درس دیتے تھے، منصب کے لحاظ سے انگریزون کی طرف سے دلّی کے صدر الصدور تھے،
اوس وقت تک عام مسلمان اور خصوصاً علما، انگریزون کی نوکری کو حرام اور کم از کم تقوی کے
خلاف جانتے تھے، جس کی شہادت اوس زمانہ کے بزرگون کے خطوط مین بکثرت ملتی ہے،
مفتی صاحب نے اپنے اس منصب کی آمدنی سے اپنی ذاتی جائداد بہت پیدا کر لی تھی، لیکن غدر
کے طوفان مین ان پر بھی انگریزون نے بیوفائی کا الزام قائم کیا، اور ان کی جائداد ضبطی مین آگئی،
اور منصب صدارت سے بھی الگ کر دیئے گئے،

ذیل کا خط اسی زمانہ کا ہے، اس خط سے مفتی صاحب کے اندرونی خیالات کا پتہ لگے گا، اور

یہ بھی معلوم ہوگا کہ دہلی کی تباہی پر اون کا دل کیسا کڑھتا تھا، اس عہد مین خط و کتابت کی زبان
فارسی تھی مگر غالب کی جرأت آموزی نے دوسرے ادیبان ہند کو بھی اس کی ہمت و لادی
تھی کہ وہ بے تکلف اور روان اُردو مین اظہار مطلب کرین، چنانچہ اس خط سے معلوم ہوگا کہ غالب
کے علاوہ اور اون کے معاصر انشا پردازون کی طرز تحریر بھی کیسی بے تکلف سادہ اور روان تھی،
یہ خط ہم کو مفتی صاحب کے شاگرد رشید نواب صدیق حسن خان مرحوم کی ایک ناتمام
قلمی تاریخ قنوج مین دستیاب ہوا ہے، جواب اون کے خلف الصدق صفی الدولہ نواب علی حسن خان
کے پاس ہے،

شکر ہے اوس پروردگار عالم کا جس نے مجھکو ایسی دلدل سے کہ ہمہ تن اوس مین غرقاب تھا
نکالا، کیسے علائق مین جکڑبند تھا کہ نکلنا اوس سے سوائے ایسی صورت کے جو پیش آئی ممکن نہ تھا،
مقدمات اصلی کا فیصل کرنا، منصفون اور صدر امینون کے مقدمات کا مرافعہ سننا، رجسٹری کے
وثائق پر دستخط کرنا، مقدمات دورہ مین فتوی دینا، کمیٹیون مین حاضر ہونا، طلبار مدرسہ سرکاری کا
امتحان ماہواری لینا، احکام اخیر کو اپنے ہاتھ سے لکھنا، ہزارہا کاغذ کا دستخط کرنا، پھر گھر مین آ کر
طالب علمون کا پڑھانا اور اطراف جوانب کے سوالات شرعی کا لکھنا، وہابیون اور بدعتیون کے
جھگڑے مین حکم ہونا، مجالس شادی و غمی اور اعراس مین جانا، شعر و شاعری کی صحبت کو گرم
رکھنا، باغات کی سیر کو اور خواجہ صاحب کی زیارت کو اکثر جانا اَلْغَتُّون[1] کو ساتھ لیجانا اور اونکی
دعوت کا اہتمام کرنا، یہ اشغال ایسے تھے کہ رات دن اسی مین غلطان پیچان تھا اور جان کو
ایکدم آرام نہ تھا، نہ کھانے کی حلاوت نہ سونے کا مزہ، نہ طاعت کا لطف، نماز پنجگانہ بھی حسب عادت
ادا ہوتی تھی، وجوہ فیصلہ لکھتے لکھتے ظہر کا وقت اکثر آجاتا تو وجوہ ڈگری ڈسمس کے عین نماز مین

[1] یہ خاص دلی کا لفظ ہے جس کے معنی "بیکار لوگون" کے ہین۔

دسو سہ انداز ہوتی، تنخواہ اور آمدنی رجسٹری کی جب آتی تو ریوڑیون کی طرح بٹ جاتی اگرچہ
لوگون کو میرے ہونے سے اس کام پر نفع تھا مگر میری ذات کو کچھ فائدہ اور تمتع دنیا کا نہ تھا،
اور آخرت کا حال یہ ہی کہ یہ نوکری یعنی فصل خصومات موافق قوانین انگریزی کے اور یہ فتوی
نویسی گو برعایت قواعد شرع ہو ہرگز جائز نہ تھی گو دباؤ سے ہمارے علم و وجاہت کے کوئی
بول نہ سکتا تھا اور استکراہ ہمیشہ اس سے رہا مگر کبھی چھوڑا نہیں، اس چالیس برس کی
نوکری مین ہزارہا کو جتایا اور ہزارہا کو ہرایا، سیکڑون بسوہ داریان ہمارے حکم سے نیلام
ہوئین صدہا آدمیون کے قتل کا فتوی دیا اور صدہا قید ہوئے، سوائے اس کے اور گناہ
بہتیرے ہین جن کو مین جانتا ہون اور جو علم الٰہی مین ہین، اس کا کچھ حساب نہین، ساری
عمر صرف افعال بہیمی و حیوانی ہوئی اور اگر انسان ہوئے تو شیطان ہوئے، اسی کی مغفرت پر بھروسہ ہے
والا مواخذہ ہو تو کچھ ٹھکانا نہین، حقوق اللہ وہ اپنے فضل عمیم سے بخشے گا، حقوق العباد
بھی اُس کے کرم سے بخشے جائینگے اللھم مغفرتک اوسع من ذنوبی و رحمتک ارجی
عندی من عملی جب حال یہ ہو تو کیا انعام و احسان اسکا ہو کہ ایسے گرفتار علائق کو ان بلیات سے
ایسا الگ کر دیا کہ گویا کچھ تھا ہی نہین، اور اگر اسی حال مین موت آجاتی تو نفس اُسی آفات
مین مبتلا رہتا جیسا کہ کما تعیشون تموتون کما تموتون تحشرون اور کس وقت مین علحدہ کیا
کہ جب عمر سترکی ہوچکی اور پھر نجات کس مصیبت سے دی کہ کوئی مصیبت دنیا کی اس سے
بڑھکر نہ تھی اور رزق کا ڈھنگ ایسا پیدا کر دیا کہ اس کی حلت مین کچھ شبہہ نہین،
املاک متروکہ پدری اس مین کم تھین اور اکثر زر خرید اسی مال مشتبہ سے تھی، وہ بالکل منتزع
ہوگئی اور پھر سرکار سے مجدد اً عطا ہوئی خواہ وہ آدمی ہو یا ساری ہو واسطے معاش کے
کافی ہی خیر الذکر الذکر الخفی و خیر الرزق ما یکفی" اور نہ وہ کتابین رہین جن کا پڑھنا پڑھانا

محض لغو و لاطائل تھا، کلام اللہ و منتخب احادیث بخاری و مسلم و حصن حصین و حزب الاعظم
اور ادعیہ ماثورہ کہ ہر وقت اور ہر جگہ ہم پہونچتے ہین اگر بعد فراغ حوائج انسانی اور ادائے
نماز پنجگانہ کے کل اوقات اس کی تلاوت اور ذکر الٰہی مین صرف ہون اور یہی شعار اور
یہی دثار ہو تو کیا خوش طالعی اور کیسی خوش نصیبی ہی کہ دنیا اور آخرت دونون حاصل ہین
ایسی آسودگی اور فارغ البالی کہ یک ذرہ بھی لگاؤ دنیا اور اہل دنیا سے نہ رہا، مجھ جیسے آلودہ
علائق دنیا کو کہان میسر تھی، اور پھر اس وقت مین کوئی دنیا کی حسرت باقی نہین رہی، اور
آفتاب عمر قریب غروب ہی، اور اب تک حواس قائم اور عقل درست اور تندرستی ہے،
توبہ و انابت و استغفار و طاعت و عبادت پروردگار کا اب تک باقی ہی اگر یہ بقیہ انفاس
اسی مین گذر جاوین اور خاتمہ ایمان پر ہو تو نعمت دو جہانی حاصل ہی، امید احباب با صفا
اور عزیزان بے ریا سے یہ ہی کہ یہی دعا میرے حق مین کرین بعض حمقا اہل دنیا سے جب میرے
واسطے یہ دعا کرتے ہین کہ ابھی پھر وہ ہی حکم حاصل ہو، اور وہی اوج موج، اور وہی ڈنکا
بجے یا بعضے سفہا، یہ کہتے ہین کہ ایک دفعہ وہی حکم رانی ہو جاوے، پھر اختیار ہے چند روز بعد
چھوڑ دینے کا، تو مین بہت ہنستا ہون ان کی خفت پر کوئی حسن عاقبت کی دعا نہین کرتا،

اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا — خداوندا! ہمارے تمام کامون کا انجام اچھا کر
واجرنا من خزی الدنیا و عذاب — اور ہم کو دنیا کی ذلت اور عذاب آخرت سے
الاخرۃ اللھم اتم لنا من الیقین — نجات دے، خداوندا! ہم کو ایسا یقین دے
ما تھون علینا مصائب الدنیا، — جس سے مصائب دنیوی آسان ہو جائین،
اللھم کما رزقتنی مما احب — خداوندا! جس طرح تو نے مجھکو محبوب چیزین عطا فرمائی ہین
فاجعلہ قوۃ لی فیما تحب، — اوسی طرح اوسکو اون کامون کیلئے ایک قوت بنا

جو تجھکو محبوب ہین،

عمل بر آن کما حقہ نشود آن وقت از دست رفت،

اللهم وما ذویت عنی مما احب فاجعله فراغا لی فیما تحب،

غداوندا! تونے میری جن محبوب چیزون کو مجھ سے دور کردیا ہی اُن کی جگہ وہ چیز بن عطا کر جن کو تو محبوب رکھتا ہی،

حالا وقت آنست کہ اُمیدوار استجابت آن باشم۔

قال تعالی وکم اهلکنا من قریة بطرت معیشتها فتلک مساکنهم لم تسکن من بعدهم الا قلیلا وکنا نحن الوارثین،

اور کتنے گانؤن جن کی زندگی فخر وغرور کی زندگی بنگئی تھی، ہم نے اون کو برباد کردیا، پس اونکے یہ مکانات ہین جن مین اون کے بعد بہت کم سکونت اختیار کی گئی، اور ہم ہی اون کے وارث ہوئے،

یہ حال ہوا دہلی کا اور اہل دہلی کا وحزب اللہ مثلاً

قریة کانت آمنة مطمئنة یاتیها رزقها رغدا من کل مکان فکفرت بانعم الله فاذاقها الله لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون انتهی،

اور خدانے ایک گانؤن کی یہ مثل بیان کی ہی جو نہایت پر امن تھا، اور جس مین ہر طرف سے رزق بافراط آتا تھا، لیکن جب اوس نے کفران نعمت کیا تو خدانے اوس کو بھوک اور خوف کا لباس پہنادیا، یہ اون اعمال کے عوض مین تھا جن کے وہ مرتکب ہوتے تھے،

باب التقریظ والانتقاد

وضع اصطلاحات

مصنفہ

(مولوی وحید الدین صاحب سلیم پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن)

علوم جدیدہ کو اُردو مین منتقل کرنے مین سب سے کڑی منزل اصطلاحات کی آتی ہے، اصطلاحات کے بننے کا قدرتی طریقہ تو یہ ہے، کہ لوگ ان کو اپنے ذوق و فہم کے مطابق بناتے یا دوسری زبان سے داخل کرتے ہین پھر ان مین سے جو اصطلاح لسانی "بقاء اصلح" کی بناپر چل جاتی ہے، وہی معتبر و مستند قرار پاتی ہے مثلاً "یوٹی لٹی" (utility) کے لئے بعض لوگون نے **منفعت** کا لفظ استعمال کیا، اور بعض نے **افادہ** کا، افادہ کا لفظ مشتقات وغیرہ کے لئے زیادہ موزون تہا، چل گیا اسی طرح "اکانمی" یا "اکنامکس" کے لئے **فلسفہٴ سیاست، معاشیات، اقتصادیات** وغیرہ کئی نام وضع کئے گئے، آخر الذکر نے قبول حاصل کرلیا، اول الذکر شاید اپنے واضع کے قلم سے آگے نہ بڑھ سکا،

اس مین شک نہین کہ اصطلاحات کی اصلی ٹکسال قبول و رواج ہی ہے لیکن جس زبان کے لئے کوئی اصطلاح بنانی ہے، اگر اُس کی عام نوعیت اور نحوی اصول و قواعد واضع کے پیش نظر ہون تو بے راہ روی کا کم اندیشہ ہے، زیر تنقید کتاب مین یہی خدمت انجام دی گئی ہے، جن کے مباحث دیباچہ کے الفاظ مین بجنسہ درج ذیل ہین:۔

"اول مین نے اس بات پر بحث کی ہے کہ اصطلاح کی ضرورت کیون پیش آتی ہے، پھر وضع اصطلاح کے دو مختلف نظرئے پیش کئے ہین جن مین سے ہر ایک کا ماننے والا ایک بڑا گروہ ہے، دونون گروہ اپنے نظریہ کی تائید مین جو دلائل بیان کرتے ہین، وہ سب وضاحت کے ساتھ درج کر دیئے ہین آگے چلکر اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ اردو زبان جس خاندان السنہ سے تعلق رکھتی ہے اُسکا نام **آریائی** ہے، پھر اس خاندان کی زبانون مین الفاظ سازی کے جو مشترک اصول پائے جاتے ہین، اُن کو بیان کرکے ہر اصول کے متعلق اول انگریزی زبان کی کچھ مثالین اجمالاً درج کی ہین، پھر اردو زبان کی مثالون مین اردو الفاظ کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے، اس تفصیلی بحث کے بعد جس مین اردو زبان کی قدرتی بناوٹ کا خاکہ کھینچا گیا ہے، وہ اصلی اور مرکزی بحث شروع ہوتی ہے جس کے لئے یہ کتاب تیار کی گئی ہے؛ یعنی **وضع اصطلاحات**۔

چنانچہ اول **مفرد اصطلاحین** وضع کرنے کے اصول بنائے گئے ہین پھر عملاً اس قسم کی اصطلاحین وضع کرنے کے طریقے درج کئے گئے ہین، ان اُصولون اور طریقون کے بیان کرنے کے بعد ایک نہایت اہم اور دلچسپ بحث اس باب مین کی گئی ہے کہ ہماری زبان مین ترکیب الفاظ کے کون کون سے طریقے پائے جاتے ہین، اس بحث مین مرکب الفاظ کا جو ذخیرہ درج کیا گیا ہے، وہ نہایت کارآمد ہے اور ہماری شاعری اور انشاپردازی کا مدار اسی ذخیرہ پر ہے۔

غرض کہ اول **سابقون** اور **لاحقون** کے ذکر مین، پھر **نیم سابقون** اور **نیم لاحقون** کے بیان مین مفرد اور مرکب الفاظ کا جو سرمایہ جمع کیا گیا ہے

وہ کہین ایک جگہ نہین ملے گا، ترکیب الفاظ کے طریقے مندرج کرنے کے بعد **مرکب اصطلاحین** وضع کرنے کے اُصول بیان کئے ہین، آخر مین ایک **ذیل** ہے، جس مین مرکب اصطلاحات کے بعض اُصول کا استعمال مثالین دے کر بتایا گیا ہے"؛

اصطلاح سازی کے مذکورہ بالا دو گروہون مین "ایک کی رائے یہ ہے کہ تمام اصطلاحی الفاظ عربی زبان سے بنانے چاہئین، دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے، کہ ان تمام زبانون سے کام لینا چاہئے جو اردو مین بطور عنصر کے شامل ہین (یعنی عربی، فارسی، ہندی)، اور ان لفظون کی ترکیب مین اردو گرامر سے مدد لینی چاہئے" (صفحہ ۷)

مصنف نے دونون گروہون کے دلائل الگ الگ بیان کرنے کی زحمت گوارا کی ہے، لیکن ظاہر ہے، کہ گروہ اول کا (اگر ایسا کوئی قابل لحاظ گروہ موجود ہے؟) یہ کلی دعویٰ کہ اردو مین تمام اصطلاحین عربی ہی زبان سے بنانی چاہئین، قطعاً ناقابل التفات ہے۔

اس کے بعد اردو زبان کے **آریائی** ہونے کی بحث کی گئی ہے، یعنی یہ زبان انہی یورپین (انگریزی، فرانسیسی، جرمن وغیرہ) زبانون کی ہم خاندان ہے، جن کے اصطلاحات علمیہ کے مقابل اصطلاحات سردست ہمکو اس مین پیدا کرنے ہین، آریائی زبانون کے چار مشترک اصول مستنبط کئے گئے ہین، جو اردو مین بھی جاری ہے۔

(۱) ایک یہ کہ دو یا دو سے زائد لفظ پاس پاس رکھدیے جاتے ہین، اور ان کے درمیان بظاہر کوئی نحوی رابطہ نہین ہوتا، مثلاً چاند گہن، موم روغن وغیرہ (۲) دوسرا یہ کہ الفاظ مین نحوی رابطہ موجود ہوتا ہے، جیسے چڑیمار، چرکٹا وغیرہ (۳) تیسرا یہ کہ

لفظ کے شروع یا آخر مین ایک جز بڑھا دیا جاتا ہے، جس سے ایک نیا لفظ بنجاتا ہے، شروع کے جز کو سابقہ (پری فکس) کہتے ہین اور آخر کے جز کو لاحقہ (سفکس) جیسے ان پڑھ مین "ان" سابقہ ہے، اور جھگڑالو مین "لو" لاحقہ ہے (صفحہ ۱۶ و ۱۷) (۴) چوتھا یہ کہ حسب ضرورت ہر لفظ سے فعل بنالیا جاتا ہے، مثلاً جھلمل سے "جھلملانا" اور ٹھگ سے "ٹھگنا" وغیرہ۔

تیسرے اصول کو مصنف نے پورے احتوا کے ساتھ لکھا ہے، ہندی، فارسی، عربی کے جو سوابق ولواحق، اُردو مین مستعمل ہین اُن کا مع امثال کے سوا سو صفحات سے زاید کی وسعت مین استقصا کیا گیا ہے۔

ان بنیادی مباحث کے بعد اصلی بحث وضع اصطلاحات کی شروع ہوتی ہے جس مین اخذ و استنباط سے مفرد و مرکب، اسمی و فعلی، سبقلاحی وغیر سبقلاحی اصطلاحات بنانے کے بہت سے اصول درج کئے گئے ہین، جن لوگون کو وضع اصطلاحات کی معیبت سے سابقہ نہین ہے اُن کے لئے اس حصۂ کتاب کے مطالب کی تفصیل قطعاً غیر دلچسپ ہو گی لیکن سچ یہ ہے، کہ اس حصہ مین مصنف نے تفحص و استقرا کی پوری داد دی ہے جس کا اندازہ کرنے کیلئے جا بجا سے چند مثالون کا اقتباس کیا جاتا ہے۔

"ہندی اور فارسی کے مرکب لفظ مین اگر پہلے جُز کا آخری حرف اور دوسرے جُز کا پہلا حرف ایک ہو تو ان دونون ہمجنس حرفون مین سے ایک گرجاتا ہے حرف علت کی کوئی قید نہین، اس مین حروف صحیح بھی داخل ہین، مثلاً:-

(کچا + آلو) سے کچالو (ناک + کٹا) سے نکٹا۔

(شب + برات) سے شبرات۔ (صفحہ ۲۳۶)

اُردو مین مرکب کے اجزا کو باہم ملانے کا ایک اور عجیب قاعدہ ہے، وہ یہ ہے کہ جب کب کے دوسرے جُز مین کوئی حرف علت ساکن ہو تو اُس حرف علت سے ماقبل حروف کو حذف کر دیتے ہین اور پہلے جز کو اس محذوف جُز کے ساتھ ملا دیتے ہین، اس قاعدہ سے دونون جز ملکر ایک جان ہو جاتے ہین، مثلاً

(پھول + تیل) سے پھلیل (تیل کی ت حذف کر دی۔)

(گڑ + تمباکو) سے گڑاکو (صفحہ ۲۳۸)

اس قسم کے اصول مستنبط کر کے کہین کہین اُن کو جدید الفاظ و اصطلاحات بنانے کے لئے مثالاً چسپان بھی کیا گیا ہے، مثلاً

"جب کسی انگریزی مصدر کے مقابل نیا مصدر بنانا ہو تو پہلے اُس مصدر کے مادہ کا ترجمہ کر و پھر اُس کے آگے مصادر کی اُردو علامات مین سے کوئی علامت لگاؤ، مثلاً نیشنلائز (قوم مین داخل کرنا) کیلئے قومانہ۔ قومیانا، رجسٹرڈ (درج رجسٹر کرنا) دفترانا، وغیرہ (صفحہ ۲۰۰)

(۳) اگر کسی مرکب کے آخر مین کوئی ایسا لفظ ہو جس کے درمیان نون غنہ ہو، تو نون غنہ سے پہلے جو حرف یا حروف ہون، اُن سب کو حذف کر دینا چاہئے، اس طرح مرکب کا آخری جُز چھوٹا ہو جائیگا، جس کے شروع مین نون غنہ ہو گا اور اُس مین پہلے جُز کے ساتھ ایک جان ہو کر ملنے کی قابلیت پیدا ہو جائیگی، اور وہ ایک نئے لاحقہ کی شکل اختیار کرے گا، مثلاً

قندیل سے ندیل،

شکنجہ سے نجہ

سنگ سے نگ

اب ان نئے لاحقون سے لفظون کے ملنے کو دیکھو۔

(ندیل)، برقندیل (بجلی کی قندیل)، گیسندیل (گیس کی قندیل)

(نجہ)، تخمنجہ، (بیجون کو دبانے اور اُن مین سے تیل نکالنے کا آلہ) پھلنجہ (پھلون کو دبانے اور اُن مین سے عرق نکالنے کا آلہ) صفحہ ۲۸۷،

سبقلاحی الفاظ بنانے کے جو طریقے ہم پہلے بیان کر چکے ہین، اُن مین طریقہ نمبر (ط) کا استعمال عام مرکبات مین بھی ہو سکتا ہے، جسکی چند مثالین ہم اُس طریقے کے ذیل مین درج کر چکے ہین، حیوانات اور نباتات مین اس طریقے پر عمل کرنے کی ضرورت اکثر پیش آئے گی، گذشتہ اصول مین ذیل کے الفاظ اس طریقہ پر عمل کرنے کی مثالین ہین :-

خارسرہ (حیوانات)، خارپایہ (نباتات)، اُسپادمہ (نباتات)، گرپایہ" صفحہ ۲۹۷۔

نوان اصول جو اصول **نحت** کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اُس کا استعمال بہت سے مرکب علوم اور آلات وغیرہ کا نام رکھنے مین کیا جاسکتا ہے مثلاً (صفحہ ۲۹۹)

مقنابرقیات۔ magnetoelectricity

مقنابصریات، magnetooptics

گرامر کی تو ایک نہایت ہی موزون مرکب اصطلاح تراش کر مصنف نے خود اسی کتاب مین چلادی ہے، یعنی جو الفاظ سابقون اور لاحقون سے بنتے ہین اُن کا نام **سبقلاحی** (سابقی + لاحقی) رکھا ہے، لیکن سوابق ولواحق سے خالی الفاظ کے لئے "لاسبقلاحی" کی جگہ ہماری غیر **سبقلاحی** زیادہ مناسب ہوگا۔

جو گروہ بات بات پر زبان پکڑتا ہے، اور ہر لفظ کے استعمال کے لئے آتش و

ناسخ کے کلام سے سند چاہتا ہے وہ "مقنابرقیات"، و "سبقلاحی" وغیرہ ترکیبون کی ایجاد پر نہ صرف خندہ زن ہوگا، بلکہ ان کو قطعی ناجائز قرار دیگا، لیکن جو لوگ علمی بانون کی وسعت وضروریات سے آگاہ ہین، اور جنکو علمی مطالب کی تعبیر مین موجودہ اُردو کی تنگی کا احساس ہے، وہ یقیناً "وضع اصطلاحات" کے اُن اُصول کا نہایت گرمجوشی سے خیر مقدم کرینگے، جنکی بدولت ہم اُسی قسم کے الفاظ ومصطلحات اپنی زبان مین پیدا کرسکتے ہین، جس قسم کے آج کل کی علمی زبانون (انگریزی، فرانسی، جرمنی وغیرہ) مین رائج ہین۔

البتہ جدید اصطلاحات کی وضع وتخلیق مین زبان کے محض جوازی اصول وقواعد پر اعتماد کرکے اندھا دھند اختراع بھی درست نہوگا، بلکہ تا بہ امکان ہر بدعت، بدعت حسنہ ہونی چاہئے، پابندی اصول کے ساتھ "ذوق سلیم" کی رعایت ضروری ہے، اور جواز اختراع سے صرف اُسی حالت مین فائدہ اُٹھانا چاہئے، جبکہ ضرورت اختراع ناگزیر ہو۔

حضرت **سلیم** نے بعض جگہ **ذوق سلیم** سے بے اعتنائی برتی ہے، مثلاً یہ مشورہ کہ "پین اسلامک" کا ترجمہ کل اسلامی یا کل مسلم، یا مسلمی اور "پین اسلامزم" کا ترجمہ کل اسلامیت، یا کل مسلمیت، یا کل مسلم اتحاد کیا جائے"، شاید مقبول نہ ہوسکے، ممکن ہے کہ "پین" کے سابقہ کے لئے "کل" کا سابقہ موزون ثابت ہو، لیکن پین اسلامک اور پین اسلامزم کے لئے "اتحاد اسلامی" اور اتحاد اسلام" کی ترکیب چل چکی ہے اسی کو قائم رکھنا چاہیئے

علیٰ ہذا جہان یہ دکھلایا گیا ہوکہ سابقون اور لاحقون کی مدد سے ایک لفظ سے

کتنے الفاظ بن سکتے ہین، وہان بہت سے ایسے لفظ ملینگے، جنکے استعمال مین غالباً صحیح المذاق لوگون کو سخت تامل ہو، مثلاً اُردو سے ''اُرداد، اُردالو، اُردآنا، اُردانی اُرداوٹ، اُرداہٹ'' وغیرہ کا اشتقاق یا فلسفہ سے ''فلسفاؤ، فلسفالو، فلسفانا، فلسفانی، فلسفیلا، فلسفین'' وغیرہ کا۔

بیشک اس سے توسیع اشتقاق ظاہر ہوتی ہے، لیکن اس قسم کی توسیع سے بلا ناگزیر ضرورت کے فائدہ اُٹھانا ہرگز جائز نہین، ہمارے نزدیک مصنّف کا مقصود بھی ان مشتقات کے بیان سے، صرف اظہار وسعت ہے، نہ یہ کہ لوگ اس طرح کے اختراعات کو بے تکلف شروع کردین۔

مصادر مین بھی قومانا، اشکانا (اشک سے) ترجمانا (ترجمہ سے) جلسانا (جلسہ سے) زعفرانا (زعفران سے) ذوقانہ (ذوق سے) وغیرہ بیسیون الفاظ گڑھے گئے ہین جن کا مقصد بھی محض ایک قیاسی قاعدہ کی توضیح وتمثیل سمجھنی چاہئے، باقی استعمال مین زیادہ تر سماعت ہی پر اعتماد کرنا ہوگا، البتہ جہان نامدفوع ضرورت لاحق ہو، اس قیاس سے کام نکالا جاسکتا ہے ورنہ معمولی محاورہ ہی کی پابندی کرنی چاہئے مثلاً اگر یہ کہنا ہو کہ ''ہندوستان کی ریلین نیشنلائز کردیجائین'' تو بجائے یہ کہنے کے کہ ''قومائی جائین'' سیدہے معمولی طریقہ سے یون تعبیر کرنا چاہئے کہ ''ہندوستان کی ریلین قومی بنادی جائین''۔

دیباچہ مین مصنّف نے لکھا ہے کہ ''جس موضوع پر یہ کتاب پیش کی گئی ہے وہ بالکل نیا موضوع ہے، میرے علم مین شاید کوئی ایسی کتاب آج تک نہ یورپ کی کسی زبان مین لکھی گئی ہے نہ ایشیا کی کسی زبان مین''۔

ممکن ہے، کہ یہ خیال صحیح نہ ثابت ہو، لیکن اس مین شبہ نہین کہ اُردو کے سرمایۂ ادب

مین یہ کتاب آگے چلکر ایک **کلاسکل** کارنامہ بنجائے گی، ''وضع اصطلاحات'' حقیقی معنی مین ایک مجتہدانہ **تصنیف** ہے، ۴۰۰ صفحات سے زائد ضخامت کے باوجود کہین سے کہول کر پڑہو، مصنّف کی قوت اخذ واستنباط اور کاوش ودیدہ ریزی کی بے ساختہ داد دینے کا جی چاہتا ہے، یہ کتاب نہ صرف واضعین اصطلاحات کیلئے مشعل راہ ہے، بلکہ آئندہ عام اُردو گرامر کی جو کتابین اس کو پیش نظر رکھکر نہ لکھی جائینگی وہ قطعاً ناقص ہونگی۔

انجمن ترقی اُردو (اورنگ آباد۔ دکن) نے اس کو اپنی طرف سے شائع کرکے اپنی سلک تصانیف مین ایک نہایت ہی گران قدر موتی کا اضافہ کیا ہے، لکھائی چھپائی وغیرہ بھی خاصی ہے، قیمت باختلاف مجلد وغیر مجلد ۳؍۱۲ اور ۳؍ ہے۔

ادبیات

دہلی مرحوم کی خاک پر دو آنسو

از

حضرت سالک مرحوم دہلوی

"یادِ رفتگان" کا یہ تحفہ ہمکو ہمارے عنایت فرما مولوی ابوالاعلیٰ مودودی سے ملا ہے اس سے پہلے بھی وہ اس قسم کی عنایت معارف پر فرما چکے ہین۔

رُوئے جنت مین بھی ہم کرکے بیانِ دہلی
اس سے ظاہر ہی ہین خلد لسانِ دہلی

اسکے مٹنے سے ہوئی عالمِ بالا کی نمود
ورنہ تھی رشکِ فلک شوکت و شانِ دہلی

کسکا پتھر کا ہو دل کس سے سُنا جاتا ہے
کون ایسا ہی کہ ہو جس سے بیانِ دہلی

محشرِ غدر سے بھی مٹ نہ سکا اسکا وجود
ہے الگ عالمِ فانی سے جہانِ دہلی

ہے خد و خال کا عالم وہی ابتک گویا
ہے اُسیوقت کی نکلی ہوئی جانِ دہلی

حسرتون کا ہے مکینون کے عجب ہنگامہ
رہے آباد اُجڑ کر بھی مکانِ دہلی

مشکئی پھر بھی تو ملتا نہین دلی کا جواب
کوئی ڈھونڈہے تو اسے پھر ہو گمانِ دہلی

ہنستے ہین بخت زلیخا پہ تو یوسف پہ ہی طعن
دیکھہ کس رتبہ کے ہین پیر و جوانِ دہلی

من و سلویٰ کے مزہ سے ہو وہ کیونکر آگاہ
جس نے کھایا ہی نہو زلہ خوانِ دہلی

ہوتے ہین دُور کے بس ڈھول سہانے واعظ
خلد مین کیا ہی؟ نہین ہی جو میانِ دہلی

اسقدر فلخ و نوشاد کی تعریف نہ کر
ہمنشین آ تجھے دکھلا دون بتانِ دہلی

مین نے دیکھا ہی ملایک کو خریدار اسکا
مین نے چلتی ہوئی دیکھی ہی دکانِ دہلی

غالب و ذوق و ثاقب سے بناہے گویا
بلیماروں کا محلہ صفہانِ دہلی

سُن کے ہر شعر پہ آنکھیں نہون کیونکر نمناک
سالکِ غمزدہ ہے مرثیہ خوانِ دہلی

غزل فارسی

مولوی ابوالحسنات ندوی نیر

صبح از خواب چو آن نرگسِ فتان برخواست
گوئیا فتنۂ خوابیدۂ دوران برخواست

آخر این سوز نہان چیست کہ از صحن چمن
لالہ آتش زدہ و شعلہ بداماں برخواست

فرصت ای ذوق طرب وقت طرب باز آمد
مژدہ ای جوش جنون ابر بہاران برخواست

دل پُر از حسرت و غم چشم پُر از اشک روان
عاشق از بزم جمالِ تو بسامان برخواست

عشوۂ کافر کس غارتِ دین کرد بہ بزم
نیرِ زہد فروش از سر ایمان برخواست،

مطبوعات جدیدہ

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، حضرت مولانا حمید الدین صاحب فراہی، بی، اے،
ان اکابر مفسرین مین داخل ہین جنکا شمار انگلیون پر کیا جا سکتا ہے، یہ رسالہ انکی اس مشہور
عربی تفسیر کا ایک ٹکڑا ہے جسکی تدوین و ترتیب مین وہ زمانہ دراز سے مصروف ہین، اس مین
اُنہون نے ثابت کیا ہے کہ ذبیح در اصل حضرت اسمعیل تھے، اور اہل کتاب کا یہ دعوی کہ حضرت
اسحاق ذبیح تھے، خود توراۃ کے رُو سے غلط ہے، اسکے ساتھ ہی حضرت اسمعیل کے مسکن،
انکی قربانی، جائے قربانی، (مروہ) قربانی کی مذہب اسلام مین اہمیت، پھر قرآن مجید سے ذبیح کا
بیان، ذبیح کے اوصاف، اور اُن سے حضرت اسمعیل کی مطابقت پر نہایت تفصیل کے
ساتھ بحث کی ہے، آخر مین علمائے اسلام کے اقوال ذبیح کے متعلق درج کئے ہین اور اُنکی
مختصر طور پر تردید اور تائید کی ہے، یہ رسالہ ۶۸ صفحات پر تمام ہوا ہے اور بلا خوف تردید کہا
جا سکتا ہے کہ اسلام مین اس موضوع پر آج تک اس سے بہتر رسالہ نہین لکھا گیا، قیمت
۱۰ر ہے، کتبخانہ دار المصنفین سے ملیگا۔

سوراج، ہندوستان کے واجب التعظیم پیشوا مہاتما گاندھی نے گجراتی زبان مین
ہندوستان کے موجودہ تنزل، اسکے علل و اسباب، اور اسکی ترقی کے وسائل پر مکالمہ کے
پیرایہ مین ایک رسالہ لکھا تھا، جسپر بڑی بڑی تحریکون کی بنیاد پڑی ہے، چنانچہ جنوبی
افریقہ مین جو اخلاقی جنگین شروع ہوئین اُن مین بڑی حد تک اسی کتاب کو دخل تھا اور
بر اعظم ہندوستان کا گوشہ گوشہ جس عظیم الشان تحریک سے گونج رہا ہے اسمین بھی یہی کتاب

دستور العمل کے طور پر سامنے رکھی گئی ہے، کتاب کی مقبولیت اس سے ظاہر ہے کہ اُس کا
انگریزی، ہندی، مرہٹی، اور ہندوستان کی بہت سی دیسی زبانون مین ترجمہ ہو چکا لیکن اُردو
زبان کا خزانہ اب تک اسکے عمدہ ترجمہ سے خالی تھا، مولوی سید نجیب اشرف ندوی نے اس کمی کو
پورا کر دیا اور اسکا خاصا سلیس ترجمہ کیا ہے، کتاب کی قیمت ۸ر ہے، اور محمد ادریس عبد الحفیظ
اعظم گڈھ سے مل سکتی ہے۔

دماغی تربیت، مسٹر جیمس ایلن نے انگریزی زبان مین فرنالوجی پر "ہاؤ ٹو کلٹی ویٹ
دی مائینڈ" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، جسمین ذہن، صحت، ذاتی تربیت، اور انتخاب
پیشہ کے متعلق مفید ہدایات درج تہین، مولوی محمد ذکی صاحب بن مولوی محمد وصی صاحب
مرحوم ڈپٹی کلکٹر نے اس کتاب کا اُردو زبان مین سلیس ترجمہ کیا ہے جو ۶۳ صفحات پر ختم
ہوا ہے، یہ کتاب اُردو مین فرنالوجی پر پہلی کتاب ہے اور دیکھنے کے لائق ہے، قیمت ۴ر ہے
مصنف سے اوندرا، ڈاکخانہ بی بی پور ضلع اعظم گڈھ کے پتہ سے ملیگی۔

خدائی انکم ٹکس، خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے مخصوص طرز تحریر مین یہ رسالہ
لکھا ہے جسمین زکوۃ کے فلسفہ، اسکے مصارف اور اسکے تمام جزئیات کا استقصار کیا ہے،
اور یہ دکھلایا ہے کہ موجودہ زمانہ مین زکوۃ کا بہترین مصرف خلافت اور قومی درسگاہین ہین،
اور اگر انکی امداد مین زکوۃ کی رقم خرچ کر دیجائے تو تمام مصرفون کا حق ادا ہو جائیگا، یہ کتاب
خواجہ صاحب نے عین وقت پر لکھی ہے، قیمت ۱۰ر کارکن خواجہ ڈپو دہلی سے ملیگی۔

سمرنا مین یونانی مظالم، مسلمانانِ سمرنا کی داستان مظلومی اگرچہ متعدد عربی اور انگریزی
اخبارات کے کالمون سے ظاہر ہو چکی ہے، تاہم اسکا سب سے زیادہ موثر اور عبرتناک منظر
اس روداد مین نظر آتا ہے، جو لاسینی (سوئٹزرلینڈ) کی انجمن عثمانی کے دار الاشاعت کی

طرف سے شائع ہوئی ہے، مولوی ابوالاعلیٰ مودودی نے اسکا پرزور ترجمہ کیا اور اسپر مفید مقدمہ لکھا ہے، جو دارالاشاعت سیاسیات مشرقیہ دہلی کی طرف سے طبع کرایا گیا ہے، رُوداد کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام ممالک اسلامیہ جو خلافت عظمیٰ کے زیر سایہ رہ کر تمدن اسلام کے چہرہ کا آب ورنگ تھے، آج یونان کی سفاکانہ بے رحمیون کی بدولت ایک تودۂ خاکستر بنگئے ہین، چنانچہ ایدن کی تمام ترکی آبادی زندہ جلادیگئی ہے اور سمرنا سے نازلی تک ہر ہر قصبہ اور شہر سوختہ سامانی کی ایک مجسم تصویر نظر آرہا ہے، جسکے ہر تودہ سے دھوئین کے سیاہ سیاہ بادل اُٹھ رہے ہین، یہ رُوداد ایک داستان عبرت ہے، جسکا ہر مسلمان کو مطالعہ کرنا ضروری ہے، عام قیمت عہ رہے، لیکن خلافت کمیٹیون کو لعہ ار مین ملیگی، پتہ دارالاشاعت سیاسیات مشرقیہ سبزی منڈی دہلی،

بصائر، خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی پروفیسر مسلم نیشنل یونیورسٹی علی گڈھ نے اس رسالہ کو تالیف فرمایا ہے، اسمین بنو اسرائیل کے واقعات مذکور ہین جنکا مقصد یہ ہے کہ اسکو پڑھکر مسلمانون مین عبرت اور بصیرت پیدا ہو، مصنف کا دعوی ہے کہ اسمین قرآن مجید کے بہت سے ایسے پہلو نمایان کئے گئے ہین جو ابتک لوگون کی نظرون سے مخفی تھے، یہ دعوی اگرچہ صحیح نہین کہا جاسکتا تاہم اس رسالہ کے مطالعہ سے عام مسلمانون کو فائدہ ضرور پہنچ سکتا ہے، خواجہ صاحب نے بعض اصول کے قائم کرنے مین تسامح کیا ہے اور بعض عنوانات مین مثال کے طور پر جو آیتین پیش کی ہین، اُنکے دعوی کے مطابق نہین ہین، رسالہ کی قیمت ۵ر ہے خواجہ صاحب سے ملیگا،

التنقیح فی ولادۃ المسیح، گذشتہ پرچہ کے مطبوعات جدیدہ مین اسکا پتہ رہ گیا تھا وہ یہ ہے، احمد بابا صاحب مخدومی بارود خانہ لاہور۔

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان مین قیمت ۸؍

رموز فطرت، طبعیات، طبقات الارض، ہیئت اور جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین ۱۲؍

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد ؏

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی و مذہبی ۸؍

نعت پیمبر، عربی، فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ ۸؍

کیسا سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہین صفحے ۱۰۰، ۸؍

الانسان، اس مین انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳ قیمت ۱۲؍

مولانا سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلما

نور الایمان، سوال و جواب کے پیرایہ مین بچون کو مذہب اسلام کی تعلیم ۲؍

یاد ایام، گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے گئے ہین وہان کے امرا و وزرا، علما اور مشائخ کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی غایت تاریخی تحقیق و تفصیل سے لکھی گئی ہے صفحے ۱۴۴، قیمت عہ

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اس مین علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی

قواعد رکنیت دار المصنفین ترمیم جدید

۱- ہر شخص جو دار المصنفین کو ۲۰۰ یکمشت ادا کریگا وہ "رکن دائمی" قرار دیا جائیگا، اور وقت رکنیت سے دار المصنفین کی تمام مطبوعات ماہانہ و سالانہ اُس کو ہدیۃً دیجایا کرینگی،

۲- جو دار المصنفین کو ؏ سالانہ ادا کریگا وہ "اول رکن اعانت" ہوگا اور اوس کو سال بھر تک مجلس کا ماہوار رسالہ "معارف" اور سال کی تمام مطبوعات بلا قیمت نذر کی جائینگی،

۳- ؏ سالانہ ادا کرنیوالا، دوم رکن اعانت ہوگا، اسکو معارف بلا قیمت اور دیگر مطبوعات نصف قیمت پر دیجائینگی،

معارف

(۱) معارف کی سالانہ قیمت ؏ ہے اور قیمت فی پرچہ ۵؍ (۲) نمونہ کا پرچہ ۵؍ مین وی پی ہوگا، (۳) رسالہ ہر ماہ کے آخر مین شائع ہو جاتا ہے، اس مین عموماً تاخیر نہین ہوتی، اگر کسی صاحب کے پاس ۳۰ تاریخ تک نہ پہونچے تو دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ تک اطلاع دین ورنہ بعد کو اگر پرچہ بقیمت بھیجا جائیگا، ہندوستان سے باہر کے خریدار دوسرے مہینے کی آخر تاریخ تک اطلاع دین

(۴) خریداران معارف خط و کتابت مین اپنا نمبر خریداری ضرور تحریر کریں ورنہ تعمیل مین دقت اور بسا اوقات مجبوری ہوتی ہے،

(۵) قومی انجمنون اور کتبخانون سے اکثر مفت کی یا تخفیف قیمت کی درخواستین آتی ہین، افسوس ہے کہ انکی تعمیل کی قدرت نہین۔

منیجر: مسعود علی ندوی